باب ہشتم

کتاب مستطاب مسمّٰی بہ

”معائنہ بلا شیب“

(در مسئلہ علمِ غیب)

تصنیف لطیف

حضرت شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی

قدس سرہٗ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اور ثناء لاتعداد ولاتحصیٰ واسطے اس خالق پاک کے کہ خلق الانسان ۝ علمہ البیان جس کا فرمان ہے اور درود لامحدود اس رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ علمک مالم تکن تعلم جس کی شان ہے اور تحفۂ سلام اِلیٰ یوم القیام آل اطہار پر اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم پر کہ جن کے حق میں علّمتم مالم تعلموا صادق بیان ہے ۔ اَما بعد واضح ہو کہ استحکامِ امورِ اہلِ اسلام، اتحادِ ملت اور محبت باہم پر مبنی ہے چنانچہ آیت: ﴿إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ اس پر شاہد ہے اور بربادی کا باعث، فتنہ وفساد اور نزاع وجدال ہے، چنانچہ آیت: ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ اس پر دال ہے۔

زمانۂ ظہورِ اسلام سے اہلِ اسلام میں ایسی محبت اور موَدّت چلی آ رہی ہے کہ بھائیوں سے بھی زیادہ باہمی الفت رکھتے ہیں۔ اب کچھ عرصہ سے بعض بھائیوں نے ایسا فساد اور فتنہ مچایا کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر ضد کر کے ایک جنگ برپا کر دی۔

اب جو ہمارے شہر ملتان میں چھیڑ چھاڑ یارسول اللہ کہنے سے منع کرنے کی شروع ہوئی تو بعض بھائیوں نے شرک اور کفر تک کا فتویٰ لگا دیا جبکہ دوسری طرف نے جواب پر کمر باندھی، رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بحث اس بات میں شروع ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات پر اطلاع نہیں ہے۔ چنانچہ ان بھائیوں نے ایک بیچارے طبیب صاحب مسمّی مولوی رحیم بخش کو کہ وہ ایک سیدھے سادے آدمی ہیں اور فقیر (شیخ الاسلام علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ) کے بھی بڑے مہربان ہیں، نشانہ اور آڑ بنا کر ایک رسالہ ان کے نام پر چھپوا کر شائع کیا۔

رسالہ مذکورہ اگرچہ اُن کے مطلوب کے کسی قدر برخلاف بھی ہے مگر وہ چالاک بھائی بڑے خوش ہو کر بزعم خویش کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارے رسالے میں صریح سندات ہیں، ہمارے مخالف اس کا جواب کہاں سے لائیں گے؟ اگر اٹکل پچو جواب بنائیں گے تو چار سطر کے جواب سے اُڑا دیئے جائیں گے۔

باعث قلم اٹھانے کا اوّل تو اظہار حق اور طلب ثواب ہے۔ دوسرا یہ کہ جناب طبیب صاحب اتفاقاً ایک روز بوہڑ دروازہ ملتان میں فقیر کو ملاقی ہوئے اور اپنا رسالہ عطا

فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ اس رسالے میں فکر فرما کر جو حق بات ہو اس سے مجھے مطلع فرما دیں، طبیب صاحب میرے خیال میں حقیقت پسند آدمی ہیں۔ چنانچہ بندہ نے قلم اٹھایا، تیسرا یہ کہ بعض علماء وصلحاء برگزیدگانِ خدا (اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا جمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف دار العلوم گھوٹہ شریف کی طرف اشارہ ہے) کہ جن کے حکم سے فقیر کو سرتابی کی مجال نہیں۔ فقیر کو حکم فرمایا کہ یہ رسالہ اس قابل نہیں کہ علماء اس کا جواب لکھیں لہٰذا تم اس پر قلم اٹھاؤ اور حق ظاہر کر دو۔

اگرچہ فقیر کو چنداں مایۂ علمی نہیں مگر مسلمان بھائیوں کی خدمت میں جو کچھ کہ فقیر کے ذہنِ فقیر میں آتا ہے بعون اللہ وحسن توفیقہ لکھ کر پیش کر دیتا ہے، کیونکہ حق کو چھپانا گناہ کبیرہ ہے۔

قال الطبیب سوال: عوام الناس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کل کا کل دیدیا ہے کیا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟ جواب از طبیب:- یہ اعتقاد محض غلط ہے کیوں کہ اگر دیا گیا ہوتا تو پھر خدا پاک اپنی کتاب میں ان کی طرف مخاطب ہو کر یہ نہ فرماتا کہ:

﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (الانعام، آیت: ۵۰)	ترجمہ: کہدے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ غیب کی بات کو جانتا ہوں آہ۔

نیز فقہاء علیہم الرحمۃ علمِ غیب کو خدا جل شانہ، کا خاصہ تحریر نہ کرتے۔ چونکہ عوام الناس نہیں جانتے کہ خاصہ کہتے ہی کس کو ہیں؟ اس وجہ سے وہ دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ خاصۃ الشئ ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ، انہوں نے کبھی سنا نہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ چیز کا خاصہ وہی امر ہوتا ہے جو صرف اس میں پایا جائے اور اس کے سوا اور کسی میں نہ پایا جائے اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں علمِ غیب کے کیا معنی ہیں؟ صرف لغوی معنی سن کر دھوکہ میں پڑے پھرتے ہیں۔

اقول جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ علماء معتبرین کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما یکون کا عطا فرمایا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے:-

يقول قام فينا النبي صلى الله عليه وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدءِ الخلق حتىٰ دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم. (بخاری، باب بدء الخلق، ۴۲۵).

ترجمہ: حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا اور ہمیں آغاز آفرینش سے لیکر، اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے تک اور اہل جہنم کے جہنم میں داخل ہونے تک کے جملہ احوال سے مطلع فرما دیا۔

اور احمد بن محمد خطیب قسطلانیؒ نے ارشاد الساری میں حدیث مذکور کی شرح میں لکھا ہے:۔

ودلّ ذٰلِکَ علىٰ اَنّهٗ صلى الله عليه وسلم اخبر بجميع احوال المخلوقاتِ منذ ابتدء ت إلىٰ ان تفنى، إلىٰ ان تبعث، وهذا من خوارق العادات فـفيه تيسر القول الكثير في الزمن القليل آه.

ترجمہ: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوقات کے تمام احوال سے مطلع فرما دیا، ابتداء سے فنا تک، بلکہ دوبارہ زندہ ہونے تک، یہ چیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے، یہ چیز تھوڑے وقت میں بہت زیادہ گفتگو کا میسر ہو جاتا ہے۔

اور مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ جلد ثانی میں حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل فصلّى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ثم نزل فصلّى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان وبما هو كائنٌ.

ترجمہ: حضرت ابو زیدؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر چڑھے، پس خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا، آپ منبر سے اترے، نماز ظہر پڑھائی، پھر منبر پر چڑھے پس خطاب فرمایا، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا، آپ منبر سے اترے، نماز عصر پڑھائی، پھر منبر پر چڑھے پس خطاب فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اس خطاب میں آپ نے بتلایا وہ کچھ جو ہوا ہے اور ہونے والا ہے۔

اور اسی طرح مسلم شریف میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے:

قال اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم بما هو كائنٌ إلى يوم القيامة (كتاب الفتن واشراط الساعة).

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ راوی ہیں کہ نبی کریمؐ نے وہ کچھ بتلایا جو قیامت تک ہونیوالا ہے۔

اور حافظ محی السنہ بغویؒ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل (سورہ الرحمٰن آیت ۳، ۴) میں لکھا ہے:

قال ابن كيسان خلق الانسان يعني محمدًا صلى الله عليه وسلم علّمه البيان يعني بيان ما كان وما يكون لانهٗ صلى الله عليه وسلم كان يبيّن عن الاولين والآخرين وعن يوم الدين.

ترجمہ: اللہ نے انسان کامل یعنی حضرت محمدؐ کو پیدا کیا اور انہیں سکھایا ما کان وما یکون کا بیان، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولین اور آخرین کے بارے میں نیز روز جزاء کے بارے میں خوب بیان فرمایا کرتے تھے۔

اور انہی حافظ محی السنہ بغویؒ نے تفسیر معالم التنزیل (آل عمران، آیت ۱۷۹، المائدہ: ۱۰۱) میں مزید لکھا ہے:۔

قال السدى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عرضتْ علىّ امّتى في صورها في الطين كما عرضتْ على آدم واعلمتُ من يؤمن بى ومن يكفر بى فبلغ ذلك المنافقين فقالوا استهزاءً زعم محمد (صلى الله عليه وسلم) انه يعلم من يؤمن به ومن يكفر، ممن لم يُخلق بعد، ونحن معهٗ وما يعرفنا فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام على المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال ما بال اقوام طعنوا في علمي، لا تسئلوني عن شيءٍ فيما بينكم وبين الساعة إلاّ انبأتكم به

ترجمہ: حضرت سدیؒ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت آدم کی طرح مجھ پر میری امت کی صورتیں (جبکہ وہ ابھی مٹی میں تھیں) پیش کی گئیں اور مجھے بتلایا گیا جو ایمان لائے گا اور جو کفر کرے گا، آنحضور کی یہ بات منافقوں تک پہنچی تو وہ استہزاء کے طور پر کہنے لگے کہ حضرت محمدؐ کا دعویٰ ہے کہ مومن اور کافر کے بارے میں انہیں علم ہو گیا جبکہ وہ لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے مگر ہم آپ کے ساتھ رہتے ہیں، ہمارے بارے میں علم نہ ہو سکا، ان کی یہ بات رسول اللہؐ تک پہنچی، پس آپ

فقام عبد الله ابن حذافة السهمي فقال من أبي يارسول الله صلعم قال حذافة فقام عمرؓ فقال يارسول الله صلى الله عليه وسلم رضينا بالله رباً وبالاسلام ديناً وبالقرآن اماماً وبک نبياً فاعف عنا عفى الله عنک فقال النبي صلى الله عليه وسلم فهل انتم منتهون؟

منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا، لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ میرے علم کے بارے میں طعنہ زنی کا ارتکاب کیا ہے، تم لوگ مجھ سے سوال نہ کرو گے اس وقت سے لیکر قیامت تک پیش آنے والی کسی چیز کی بابت، مگر میں تمہیں اس کا جواب دوں گا، پس ابن حذافہ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حذافہ، پس حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے، ہم راضی ہیں اللہ کو اپنا رب مان کر، اسلام کو اپنا دین مان کر، قرآن کو اپنا پیشوا مان کر اور آپ کو اپنا نبی مان کر، پس آپ ہمیں معاف فرما دیں، پس حضورؐ نے فرمایا کیا اب تم لوگ باز آنے والے ہو؟

مسلم شریف، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سوالہ جلد ثانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن انسؓ سالوا نبي الله صلى الله عليه وسلم حتى احفوه بالمسألة فخرج ذات يوم فصعد المنبر فقال سلوني لا تسئلوني عن شيءٍ إلاّ بيّنتهُ لكم فلما سمع ذلك القوم أرَمُّوا ورهبُوا ان يسألوه ان يكون بايدى امرٍ قد حضر قال انسؓ فجعلت التفت يميناً وشمالاً فإذا كلّ رجل لافّ رأسهٗ في ثوبه يبكي فانشا رجلٌ من المسجد كان يلاحى فيدعى بغير ابيه

ترجمہ: حضرت انسؓ راوی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ سوالات کرنے شروع کر دیئے تو ایک دن آپ تشریف لائے، منبر پر چڑھے اور فرمایا، پوچھو مجھ سے! تم جو کچھ بھی پوچھو گے، میں اس کا جواب دوں گا، جب لوگوں نے یہ سنا تو ڈرے کہ کہیں ایسی بات نہ پوچھ بیٹھیں کہ ان کا کچا چٹھا سامنے آ جائے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دائیں بائیں نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ہر آدمی کپڑے میں منہ چھپا کے

فقال يا نبي الله من ابي قال ابوک حذافة ثم انشا عمر بن الخطاب فقال رضينا بالله رباً وبالاسلام ديناً وبمحمدٍ صلعم رسولاً عائذاً بالله من سوءِ الفتن فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم أرَ كاليوم قط في الخير والشر، انّي صوّرت لي الجنة والنار فرأيتهما دون هذا الحائط.

رو رہا تھا، ایک شخص نے، جس کی ولدیت کے بارے میں لوگ چہ میگوئیاں کرتے تھے، کھڑے ہو کر پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا، حذافہ، پس حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم راضی ہیں اللہ کو رب مان کر، اسلام کو اپنا دین مان کر اور حضرت محمدؐ کو رسول مان کر، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں فتنوں کے شر سے، رسول خداؐ نے فرمایا کہ خیر وشر کے لحاظ سے آج کے دن جیسا دن میں نے پہلے نہیں دیکھا، جنت اور دوزخ میرے سامنے پیش کیے گئے، پس میں نے انہیں اس دیوار کے برابر دیکھا۔

اور اسی مسلم شریف، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سوالہ، جلد ثانی میں حضرت أبو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے:

سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن اشياء كرهها فلمّا اكثر عليه غضب ثم قال للناس سلوني عما شئتم فقال رجلٌ مَنْ أبي. قال أبوک حذافة فقام آخر فقال مَنْ ابي، قال أبوک سالم مولى شيبة. (بخاری باب الاعتصام، ۲۱۵۱).

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ چیزوں کی بابت سوالات پوچھے گئے جنہیں آپ نے پسند نہ فرمایا، جب سوالات کی کثرت ہوئی تو آنحضورؐ خفا ہوئے اور فرمایا، پوچھو جو چاہو! ایک شخص نے کہا، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا، حذافہ! دوسرے نے پوچھا، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا سالم مولیٰ شیبہ۔

اور بخاری شریف میں روایت ہے:

عن انس رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین زاغت الشمس فصلی الظھر فلما سلّم قام علی المنبر فذکر الساعۃ وذکر أن بین یدیھا اموراً عظاماً ثم قال من احب أن یسأل عن شیءٍ فلیسئل عنہ فواللّٰہ لا تسئلونی عن شیءٍ إلا اخبرتکم بہ ما دمتُ فی مقامی ھذا قال انسؓ فاکثر الناس البکاء واکثر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یقول سلونی فقال انسؓ فقام إلیہ رجلٌ فقال این مدخلی یارسول اللّٰہ فقال النار فقام عبداللّٰہ بن حذافۃ فقال من أبی یارسول اللّٰہ قال أبوک حذافۃ قال ثم أکثر ان یقول سلونی سلونی۔ (بخاری، کتاب الاعتصام حدیث نمبر ۷۲۹۴)۔

ترجمہ: حضرت انسؓ راوی ہیں کہ سورج ڈھلنے کے بعد، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی، پھر منبر پر کھڑے ہوئے، پس قیامت کا تذکرہ کیا اور فرمایا، اس سے پہلے بڑے بڑے امور ظاہر ہوں گے، جو شخص کچھ بھی پوچھنا چاہتا ہو، وہ پوچھ لے، قسم بخدا! تمہارے ہر سوال کا میں یہیں جواب دوں گا، لوگ رونے لگے، حضور اکرمؐ بار بار فرماتے پوچھو! ایک شخص نے پوچھا، میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا آگ میں! عبد اللہ بن حذافہ نے پوچھا، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا، حذافہ! پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، پوچھو مجھ سے! پوچھو مجھ سے!

اور حافظ محی السنہ بغویؒ نے تفسیر معالم التنزیل میں سورہ البقرہ، آیت ۱۴۳ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت اُبو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے:

قال قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوماً بعد العصر فما ترک شیئاً إلی یوم القیامۃ إلاّ ذکرہٗ فی مقامہٖ ذلکَ حتّٰی إذا کانت الشمس علی رؤس النخل واطراف الحیطان فقال اما أنہ لم یبق من الدنیا فیما مضی منھا إلاّ کما بقی من یومکم ھذا، ألاَ وانّ ھذہٖ الأمّۃ توفی سبعین امۃً ھی اخیرھا واکرمھا علی اللّٰہ تعالٰی۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز عصر کے بعد خطاب فرمایا، پس کچھ نہ چھوڑا تا روز قیامت، مگر اس سب کا ذکر فرما دیا، یہاں تک کہ جب دھوپ، کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے بالائی کناروں تک پہنچ گئی، تو فرمایا کہ دنیا کا اتنا وقت باقی ہے جتنا کہ آج کے دن کا یہ وقت۔ سن لو! یہ امت، ستر امتوں کو پورا کرتی ہے، یہ ان سب کی آخری اور برتر امت ہے، اللہ کے ہاں۔

اور تفسیر روح البیان میں سورہ الانعام، آیت ۵۰ میں لکھتے ہیں:

فانہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخبر عما مضی وعما یکون باعلام الحق وقد قال علیہ الصلاۃ والسلام لیلۃ المعراج قطرتْ فی حلقی قطرۃٌ فعلمتُ بھا ما کان وما سیکون فمن قال ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یعلم الغیب فقد اخطأ فیما اصاب۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ اور آئندہ کے احوال سے بہ اطلاع الٰہی، مطلع فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی شب میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا، اس کے ذریعہ سے میں نے گذشتہ اور آئندہ کے احوال جان لئے۔ پس جس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غائب امور کو نہیں جانتے تو اس نے خطا کی، جہاں اس کی پہنچ ہوئی۔

اور تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ:۔

در بحر الرائق میفرمایند کہ آں علم ما کان وما یکون است کہ حق سبحانہ درشب اسریٰ بداں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش بودم کہ قطرہ در حلق من ریختند فعلمتُ بھا ما کان وما سیکون پس دانستم آنچہ بود وآنچہ خواہد بود۔

ترجمہ: بحر الرائق میں فرمایا کہ حق سبحانہٗ نے شب اسراء کو، گذشتہ اور آئندہ کا علم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، جیسا کہ معراج کی احادیث میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا کہ ایک قطرہ میرے حلق میں ڈالا گیا، پس میں نے ماکان وما یکون (جو تھا اور جو ہوگا) کو جان لیا۔

اور حضرت علامہ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں لکھا ہے۔

فان من جودک الدنیا وضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کی جود سے ہے دنیا اور آخرت، اور آپ کے علوم سے ہے، علم لوح اور قلم کا۔

اور امام محی الدین محمد بن مصطفٰی المعروف شیخ زادہؒ نے شرح قصیدہ مذکورہ میں لکھا ہے:۔

والعلم اما بمعناه أو بمعنى المعلوم أى من معلوماتک المعلومات الحاصلة منهما وَلَعَلَّ اللّٰهَ اطّلعهُ على جميع ما فى اللّوح وزادهُ أيضاً لان اللوح والقلمَ متناهيان فما فيهما متناهٍ ويجوز احاطة المتناهى بالمتناهى، هذا على قدر فهمک وأمّا من اكتحلت بصيرتهُ بالنور الالٰهى فيشاهد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جزءٌ من علومهٖ كما هِىَ جزءٌ من علم اللّٰه سبحانه لأنهٗ عليه الصلوٰة والسلام عند الانسلاخ عن البشرية كما لا يسمع ولا يبصرُ ولا يبطش ولا ينطق إلاّ بهٖ جلتْ قدرتُهٗ وعمتْ نعمتهٗ كذلک لا يعلم إلاّ بالعلم الذى لا يحيطون بشىءٍ منه إلاّ بما شاء كما اشار إليه بقولهٖ وعلّمک ما لم تكن تعلم. (ص ۲۱۹).

ترجمہ: علم کا معنی یا تو جاننا ہے یا اس سے مراد معلومات ہیں، یعنی آنحضورؐ کی معلومات میں سے ہیں وہ معلومات جو کہ لوح میں درج ہیں، یہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو لوح کی معلومات سے زیادہ معلومات مرحمت فرمائی ہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ لوح وقلم تو متناہی ہیں ہی، جبکہ متناہی کا، متناہی کو احاطہ کرنا بھی ممکن ہی ہے، یہ بات تو فہم عمومی کے مطابق تھی، مگر جس شخص کی بصیرت کو نور الٰہی سے منور کر دیا گیا ہو تو وہ اپنے ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے کہ لوح وقلم کے علوم، آنحضورؐ کے علوم کا بعض ہیں جیسا کہ وہ (علومِ لوح و قلم اور علومِ نبوی) اللہ تعالیٰ کے علم کا بعض ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عوارض بشریہ سے انسلاخ کے وقت، اللہ تعالیٰ کے سمع، بصر، بطش اور نطق کا مظہر ہوتے ہیں، تو اس وقت اس کے علم کے بھی مظہر ہوتے ہیں، جس قدر کہ اللہ تعالیٰ چاہے، چنانچہ فرمایا ﴿وَلاَ يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلاَّ بِمَا شَاءَ﴾، وہ اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا اللہ چاہے، جیسا کہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾، اس ذات علام الغیوب نے آپؐ کو سکھایا وہ کچھ جو آپؐ نہیں جانتے تھے۔ (نیز فرمایا ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْکَ عَظِيْماً﴾)

اور فاضل کامل عمر بن احمد الخربوتی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح قصیدہ مذکور میں لکھا ہے۔

قال الشعرانیؒ فى كتاب اليواقيت والجواهر فان قلتَ هل اطلع احدٌ من الاولياء على عدد الحوادث التى كتبها القلم على اللوح إلى يوم القيامة فالجواب قال الشيخ فى الباب الثامن والستين بعد الماة من الفتوحات المكية نعم انا ممن اطلعهُ اللّٰهُ على ذٰلِکَ، قال الشيخ اطلعنى اللّٰه على عدد امهات أم الكتاب وهى ماة ألف نوعٍ وتسعة وعشرون الف نوعٍ وستمائةِ نوعٍ وكل نوعٍ منها يحتوى على علومٍ. (صفحه ۲۱۹).

ترجمہ: عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے، پس اگر آپ پوچھیں کہ کیا کوئی ولی ان حوادث متعددہ پر مطلع ہوا ہے جنہیں قلم نے لوح پر تاقیام قیامت لکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے باب ۱۶۸ میں لکھا ہے کہ ہاں! میں ان میں سے ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس امر پر مطلع فرمایا، مجھے اللہ تعالیٰ نے امہاتِ ام الکتاب متعددہ پر مطلع فرمایا جن کی تعداد ایک لاکھ انتیس ہزار اور چھ سو انواع ہے۔ ان میں سے ہر نوع علومِ کثیرہ پر مشتمل ہے۔

اور علامہ خربوتی مزید لکھتے ہیں:۔

ثم اعلم انّ العِلْمَ مصدرٌ مضافٌ إلى فاعلهٖ أى علم اللوم والقلم بالاشياء فاحتاج إلى القول بانّ لهما ادراكاً وشعوراً وقيل انه مضافٌ إلى المفعول أى علم الناس باللوح وقيل ان اللّٰه اطلعهٗ عليه الصلوٰة والسلام على ما كتب القلم فى اللوح المحفوظ وزادهٗ أيضاً لان اللوح والقلم متناهيان فما فيهما متناهٍ ويجوز احاطة المتناهى بالمتناهى قال شيخ زاده هذا على قدر فهمک واما من اكتحلت بصيرتُهٗ بالنور الالٰهى فيشاهد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جزءٌ من علومهٖ كما

ترجمہ: پھر جان لو! کہ (الف) علم مصدر ہے اور اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی لوح وقلم کا اشیاء کو جاننا، اس صورت میں لوح وقلم کیلئے ادراک اور شعور ماننا ہوگا۔ (ب) علم اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے، یعنی لوگوں کا لوح وقلم کو جاننا۔

کہا گیا ہے کہ جو کچھ قلم نے لوح پر لکھا، اللہ تعالیٰ نے اس پر آنحضور کو اطلاع بخش دی، اور مزید آگہی بھی بخشی، کیونکہ لوح وقلم متناہی ہیں تو جو کچھ علم ان میں ہے، وہ بھی متناہی ہے، لہٰذا متناہی، متناہی کا احاطہ کر سکتا ہے، شیخ زادہ نے فرمایا، یہ بات تو فہم عمومی

هى جزء من علم الله سبحانه. وحاصل المعنى انه عليه الصلوٰة والسلام هو الواسطة فى افاضة المنح المتعلق بالظاهريات أو الباطنيات من المبدءِ الأول فى الكائنات العلوية والسفلية. (صفحه ۲۱۹، ۲۲۰).

کے مطابق تھی مگر جس شخص کی بصیرت کو نور الٰہی سے منور کر دیا گیا ہو تو وہ اپنے ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے کہ لوح وقلم کے علوم، آنحضورؐ کے علوم کا بعض ہیں جیسا کہ وہ (علومِ لوح وقلم اور علومِ نبوی) اللہ تعالیٰ کے علم کا بعض ہیں۔

حاصل معنی یہ ہے کہ مبدأ اول سے کائنات علویہ اور سفلیہ میں جو افاضۂ جود وعطاء بتعلق ظاہریات وباطنیات، وقوع پذیر ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس میں واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

اور امام شیخ ابراہیم باجوریؒ نے شرح قصیدہ مذکورہ میں لکھا ہے:۔

فان قيل إذا كان علم اللوح والقلم بعض علومه صلى الله عليه وسلم فما البعض الآخر أجيبَ بان البعض الآخر هو ما اخبره اللّٰه من احوال الآخرة لان القلم إنما كتب في اللوح ما هو كائن إلى يوم القيامة كما تقدم فى الحديث.

ترجمہ: اگر کہا جائے کہ جب لوح وقلم کا علم، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا بعض ہے، تو دوسرا بعض کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرا بعض وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو احوالِ آخرت کی بابت اطلاع فرمائی ہے، کیونکہ لوح میں تو قیامت تک کے احوال ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

اور علامہ شیخ خالد ازہری نے شرح قصیدہ بردہ میں لکھا ہے:۔

وعلم اللوح والقلم من علمك وانت الحقيق بذالك والمعوّل فى الشفاعة عليك ولا اقطع رجائي منك.

ترجمہ: لوح وقلم کا علم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا حصہ ہے، آپؐ اسی کے حقدار ہیں، شفاعت میں آپؐ پر بھروسہ ہے میں آپ سے اپنی امید منقطع نہیں کروں گا۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے شرح قصیدہ مذکورہ میں لکھا ہے:۔

وكون علمهما من علومه صلى الله عليه وسلم ان علومه صلى الله عليه وسلم تتفرّع إلى الكليات والجزء يات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف يتعلق بالذات والصفات وعلمهما يكون سطراً من سطور علمه ونهراً من بحوره صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: علمِ لوح وقلم، علومِ محمدی کا ایک حصہ ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم، کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق، عوارف اور معارف پر متفرع ہوتے ہیں، جن کا تعلق ذات اور صفات سے ہے، علمِ لوح وقلم، علوم محمدیؐ کے سطور میں سے ایک سطر ہے اور آپؐ کے علمی سمندروں میں سے ایک نہر ہے۔

اور قصیدہ ہمزیہ میں لکھا ہے:۔

لک ذات العلوم من عالم الغيـ　　　ب ومنها لآدم الآسماءُ

ترجمہ: عالم الغیب جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہ کی طرف سے آپؐ کیلئے ذات العلوم ہے جبکہ آدم علیہ السلام کے لئے صرف اسماء ہیں۔

اور امام فاضل شیخ سلیمان جُملؒ نے حاشیہ قصیدہ ہمزیہ میں لکھا ہے:۔

لانّ أكثر علوم نبينا صلى الله عليه وسلم تتعلّق بالمغيبات بدليل فعلّمتُ علم الاوّلين والآخرين فى الحديث المشهور ولانّه اختصّ به صلى الله عليه وسلم من حيث الاحاطة، لعلمه عليه السلام بالكليات والجزئيات فلا ينافي ذلك اطلاع الله تعالى لبعض خواصه على كثير من المغيبات.

ترجمہ: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر علوم کا تعلق مغیبات سے ہے، کیونکہ حدیث مشہور میں ہے کہ "پس مجھے اولین اور آخرین کا علم سکھایا گیا" نیز آنحضور کو بلحاظ احاطۂ (غیب اضافی) اس کا اختصاص حاصل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلیات اور جزئیات کو شامل ہے، یہ اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص اولیاء کو کافی مغیبات پر (بذریعہ کشف) اطلاع عطا فرما دے۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء معتبرین کا یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما یکون کا عطا کیا گیا ہے، اس بارے میں ہم اور بھی بہت حوالہ جات اور نقول پیش کر سکتے ہیں مگر خوف طوالت کے باعث انہیں پس انداز کر کے رسالہ کی حقیقت کا آغاز کرتے ہیں۔

جناب طبیب صاحب! سب سے اول آپ یہ بات یاد رکھیں کہ غیب دو قسم ہے (۱) مطلق (۲) اضافی، غیب مطلق وہ ہوتا ہے جو غائب علی سبیل الاستقلال ہو یعنی اس پر کوئی دلیل قائم نہ کی گئی ہو، نہ ہی وہ حواس یا بداہت عقل کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس پر کسی کو مطلع فرمایا ہو بلکہ وہ مستقل طور پر خفی اور پوشیدہ ہو، اضافی وہ ہوتا ہے جو بالاستقلال غیب نہ ہو بلکہ حجابات ذہنیہ یا حسیہ کے حائل ہونے کی وجہ سے پوشیدہ ہو اس پر کوئی دلیل قائم کی جا سکتی ہو، وہ بذریعہ رفع حجاب، بذریعہ نصب دلیل اور بذریعہ اعلامِ الٰہی معلوم یا مشہود ہو سکتا ہو۔

اب آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ وہ علمِ غیب جو ذات باری عز اسمہٗ کے ساتھ مخصوص ہے وہ غیب مطلق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ما کان وما یکون کا علم عطا کیا گیا ہے وہ علمِ غیب اضافی ہے۔

رجم الشہاب علی ابن عبد الوہاب میں جو کہ مکہ مکرمہ کے علماء کرام نے تصنیف فرمائی ہے، لکھا ہے:۔

والغیب الخاص بہ تعالٰی ھو الغیب المطلق لا الغیب الاضافی وعلم تمام اللوح المحفوظ غیبٌ اضافیٌ ثبت حصولہٗ لغیرہ تعالٰی، لیس غیباً مطلقاً کما ھو مصرحٌ فی کتب الحدیث والتفسیر.

ترجمہ: جو علمِ غیب، اللہ کا خاصہ ہے وہ غیب مطلق ہے نہ کہ غیب اضافی، علم تمام لوح محفوظ کا غیب اضافی ہے جو آنحضور کو حاصل ہے، یہ غیب مطلق نہیں ہے جیسا کہ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں تصریح موجود ہے۔

اب آپ ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ یہ بات کہ ''اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو کل غیب اضافی کا علم دیدیا ہے''۔ تو اگر کل سے مراد تمام علم لوح محفوظ ہے تو کچھ مضائقہ نہیں، کیونکہ بعض علم لوح محفوظ پر تو حضرات اولیاء کرامؒ کو بھی اطلاع دی گئی ہے جیسا کہ حضرت شیخ اکبرؒ کا فرمان وقیع الشان قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:۔

العارف ینجذب إلی حین الحق فیصیر عبد اللہ فیتجلّٰی لہٗ کل شیءٍ.

ترجمہ: عارف، بارگاہِ حق کی طرف کھنچ جاتا ہے پس وہ ولی، اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ بن جاتا ہے، پس اس کیلئے ہر (ہر اضافیہ/تغلیبیہ ہے) شئ منکشف ہو جاتی ہے۔

لہذا انکار ''علم تمام لوح محفوظ'' کا بنسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محض تعصب ہوگا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:۔

فرأیتہٗ وضع کفہٗ بین کتفی حتی وجدتُ بردَ انامِلہٖ بین ثدییّ فتجلّٰی لی کل شیءٍ وعرفت. (احمد، ترمذی، مشکوٰۃ باب المساجد).

ترجمہ: پس میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا، حتی کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس ہر شئ میرے سامنے جلوہ گر ہوئی، اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔ (یہاں ''کل'' اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے کیونکہ قرائنِ کثیرہ اس پر شاہد ہیں)۔

جناب طبیب صاحب! اُن چالاک بھائیوں سے پوچھیں کہ وہ آیت شریفہ کا یہ ترجمہ کیسے کرتے ہیں کہ ''کہہ دو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی بات کو جانتا ہوں''؟ جبکہ لا اعلم الغیب کے جملہ میں جو لفظ لا کا واقع ہوا ہے نفی مدخول کیلئے نہیں بلکہ لا اول کی نفی کو یاد دلانے کیلئے ہے جیسا کہ تفسیر جلالین سورہ الانعام، آیت ۵۰ میں لا اور اعلم کے درمیان اَنّی کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا ہے لکھتے ہیں:۔

ولا انّی اعلم الغیب ماغاب عنّی ولم یوحَ الیّ،

ترجمہ: اور نہ یہ کہتا ہوں کہ جو غیب میری طرف وحی نہیں کیا گیا، اسکو جانتا ہوں۔

اور شیخ سلیمان جملؒ نے جلالین کے حاشیہ میں لکھا ہے:۔

ولا اعلمُ الغیبَ، معطوفٌ "علی عندی" باعادۃِ النافی کما اشارَ إلیہِ المفسّرُ بما قدَّرَہٗ.

ولا اعلم معطوف ہے ''علی عندی'' پر لا نافی کی تکرار کے ساتھ، جیسا کہ مفسر نے اَنّی مقدر مان کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور تفسیر مدارک التنزیل میں لکھا ہے:۔

ومحلّ لا اعلم الغیب النصبُ، عطف علی محل عندی خزائن اللہ لانّہٗ من جملۃ المقول کانّہٗ قال لا اقولُ لکم ھذا القولَ ولا ھذا القولَ.

ترجمہ: لا اعلم الغیب محل کے لحاظ سے منصوب ہے، اور عندی خزائن اللہ پر معطوف ہے، کیونکہ یہ مقولہ ہے لا اقول کا، نہ کہ قُل کا، (اسی لئے لا کے بعد اقّی مقدر ہے) گویا کہ یہ فرمایا گیا ہے کہ نہ میں یہ بات کہتا ہوں اور نہ یہ بات۔

اور مولانا عصام الدین نے تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں تصریح کی ہے:۔

وکلمۃ لا فی لا اعلم مذکّرۃٌ للنفی لا نافیۃٌ ولم یجعل من جملۃ مقول قُل لان المقصود نفی دعویٰ مالکیۃ خزائن اللّٰہ ونفی دعویٰ علم الغیب لیکونا شاھدین علی نفی دعویٰ الالوھیت.

ترجمہ: کلمہ لا، لا اعلم میں، گذشتہ نفی (لا اقول) کی یاد دہانی کیلئے ہے، نفی مدخول (اعلم الغیب) کیلئے نہیں، کیونکہ یہ قُل کا مقولہ نہیں، بلکہ لا اقول کا مقولہ ہے، (اسی لئے لا کے بعد اقّی مقدر ہے) اس آیت سے مقصود، خزائن اللہ کے ملک علی الاطلاق (بغیر عطاء) کے دعویٰ کی نفی نیز علم غیب علی الاطلاق (بغیر عطاء) کے دعویٰ کی نفی ہے تاکہ دعوائے الوہیت کی نفی پر شاہد ہوں۔

پس معلوم ہوا کہ آپ لوگوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ حقیقت کے مطابق نہیں، بلکہ ترجمہ مطابق حقیقت یہ ہے کہ ''میں نہیں کہتا کہ میں جانتا ہوں چھپی چیز کو''۔

آپ لوگ شاید تفسیر حسینی کے ترجمہ کو دیکھ کر غلطی کا شکار ہوئے ہیں کیوں کہ اس میں لکھا ہے کہ ''من نمیدانم غیب را'' وہ ترجمہ بھی حقیقت کے مطابق نہیں، بلکہ صحیح ترجمہ فارسی یہ ہے کہ نمیگوئیم کہ میدانم غیب، قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فارسی ترجمہ یہ لکھا ہے کہ نمی گوئیم کہ من علم غیب دارم، بہت تعجب ہے کہ آپ نے ان کے ترجمہ کو بھی چھوڑ دیا۔

الغرض آیت شریفہ میں اس کلمہ کا یہ مقصود ہے کہ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں خود غیب دان ہوں، اس آیت شریفہ سے تو نفی دعویٰ علم غیب ذاتی کی ثابت ہوئی نہ نفی علم غیب عطائی کی، لہٰذا آپ لوگوں کا استدلال باطل ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حالات قبل پیدائش آدم علیہ السلام اور حالات عرش بریں کے اور حالات آسمانوں اور زمینوں کے اور حالات بہشت اور اعلیٰ علیین کے اور حالات دوزخ اور اسفل السافلین کے اور حالات امم سابقہ کے اور حالات فتنۂ وفساد کے اور حالات ملاحم اور خروج دجال کے اور نزول عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے اور حالات قبر وحشر ونشر کے اور حالات میدان قیامت کے اور حالات نعیم بہشت اور جحیم دوزخ کے جن سے کتب احادیث بھری ہوئی ہیں سب کے سب بیان فرما دیئے ہیں، یہ سب غیب کی باتیں ہیں۔

اب آپ لوگ ان تفصیلات مذکورہ بالا مندرجہ درکتب احادیث کے باوجود اپنے خود ساختہ ترجمہ کا جو جواب دیں گے، ان علماء اہل سنت کی طرف سے جنہوں نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ماکان وما یکون کا عطا کیا گیا ہے، ان کی طرف سے بھی وہی جواب سمجھیں۔

افسوس! یہ طبیب صاحب، چنداں علوم شریفہ اور فنون دقیقہ سے بہرہ نہیں رکھتے تاکہ علم کے معنی میں اور غیب کے معنی میں کچھ بحث کی جاتی، لیکن مجبور ہو کر خاصہ کی بابت کچھ بیان کیا جاتا ہے کیوں کہ خاصہ کی بحث انہی چالاک بھائیوں نے چھیڑی ہے۔

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ خاصہ محمول ہوا کرتا ہے اور حمل کئی قسم پر ہے اور خاصہ لازم اور مفارق اور لازم الماہیت اور لازم الوجود الخارجی اور لازم الوجود الذہنی اور لازم بیّن اور غیر بیّن ہوتا ہے۔ نیز بیّن اور غیر بیّن بالمعنی الاعم اور بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا علم حاصل ہونا کون سے خاصہ الٰہیہ کے منافی ہے؟ تاکہ ہم اس پر کلام کریں، نیز واضح ہو کہ خاصہ تو عرضی ہوتا ہے جبکہ ''علم'' صفات اللہ میں سے ہے، اب آپ لوگ جب علم الٰہی کو عرضی کہہ رہے ہیں تو بتائیں کہ کس مذہب پر بنا رکھی ہے؟ نیز آپ لوگ علم غیب کو جو خاصۂ باری عزّ اسمہٗ کہہ رہے ہیں اور استدلال میں خاصہ کی تعریف یعنی ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ ذکر کر رہے ہیں، تو بتائیں کہ وجود سے کون سا وجود مراد ہے؟ اور ظرفیت سے ظرفیت حقیقی مراد ہے یا مجازی؟ اگر مجازی ہے تو مجاز مستعار ہے یا مرسل؟ جبکہ مستعار چار قسم ہے اور مرسل چوبیس قسم ہے، اب بتائیں کہ مستعار یا مرسل کی کون سی قسم مراد ہے؟

ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ آپ جو کہتے ہیں کہ ہم صرف لغوی معنی سن کر دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ آپ لوگ خود بھی تو آیات کے ترجمہ میں اسی لغوی معنی کو استعمال کرتے ہیں اور اپنے خود ساختہ اصطلاحی معنی کا کسی جگہ ترجمہ آیات اور احادیث میں نشان تک نہیں دیا، شاید آپ لوگ خود ہی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

قال الطیب، سوال، اصطلاح شرع میں علم غیب کے معنی کیا ہیں؟

جواب: ہر ایک غائب شیٔ کے دائمی محیط علم کو اصطلاح شرع میں علم غیب کہتے ہیں، جیسا کہ کلام اللہ اور کتب احادیث اور کتب فقہ کی عبارات سے جن کو اس رسالہ میں تین فصل پر منقسم کیا جاتا ہے، اظہر من الشمس ہے۔

اقول، طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ آپ نے جو قبل ازیں ولا اعلم الغیب کا ترجمہ کیا ہے، اس میں نہ تو ہر ایک شیٔ کا لفظ استعمال کیا ہے اور نہ دائمی اور نہ محیط ہونے کا کہیں ذکر کیا ہے، اسی طرح باقی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ اور اقوال فقہاء کے تراجم میں کہیں بھی اپنے مذکورہ من گھڑت اصطلاحی معنی کا اشارہ تک نہیں دیا اس کے باوجود اظہر من الشمس کہتے جاتے ہو؟ واہ رے صاحب واہ، آپ لوگ دراصل درج ذیل شعر کا مصداق ہیں جو کہ غلط بیانی اور خلطِ مبحث کا شاہکار ہے۔

؎ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا — الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ بالکل واضح ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ما کان وما یکون کا علم بالتدریج عطا فرما دیا تھا۔

قال الطیب: پہلی آیت شریفہ جو عقیدہ حقہ پر دال ہے: ﴿قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾. (سورہ ہود، آیت ۳۱)۔

اقول: طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ عقیدہ حقہ جو اول باعث تالیف رسالہ ہذا میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب العالمین جل شانہٗ اپنے محبوب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کا جواب الزامی تعلیم فرما رہا ہے، یعنی ''کہدو میں دعویٰ عندیت خزائن اللہ کا اور دعویٰ غیب دانی کا نہیں کرتا''۔

اگر آپ لوگ علماء اہل سنت کے ترجمہ پر کوئی اعتراض پیش کرنا چاہیں تو مدلل اعتراض پیش کیجئے کیونکہ بغیر دلیل کے کوئی دعویٰ قبول نہیں کیا جا سکتا، ہاں البتہ آپ کے

ترجمہ کی تغلیط پر علماء کرام ٹھوس اور معقول وجوہات قائم کر سکتے ہیں، ان میں سے چند ایک یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ اول، یہ کہ آیت شریفہ میں نفی دعویٰ علم غیب کی ہے، جیسا کہ حوالہ جات پیش کئے جا چکے ہیں، نہ کہ نفی علم غیب کی، جبکہ نفی دعویٰ علم الشیٔ اور نفی علم الشیٔ میں بہت فرق ہے۔ ان دونوں میں تلازم کسی وجہ سے بھی نہیں، خصوصاً جواب الزامی کے موقعہ پر، لہٰذا آپ کا ترجمہ جو کہ نفی علم غیب پر مبنی ہے، درست ثابت نہ ہوا۔

دوسرا یہ کہ وہ چالاک بھائی خود قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر مغیبات پر اطلاع ہے، لہٰذا ہم کہیں گے کہ اب جو جواب آپ لوگ اپنے ترجمہ سے دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھیں، کیونکہ آپ کا ترجمہ ''اور نہ غیب کی بات کو جانتا ہوں'' خود آپ کے عقیدہ کے بھی خلاف ہو گیا ہے۔

تیسرا یہ کہ علماء کرام کہیں گے کہ ''ولا اعلم الغیب'' کے بعد ''إلا ما علمنی ربی'' مقدر ہے، اس کا قرینہ قول باری تعالیٰ: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ ہے، اور دوسرا قرینہ قول باری تعالیٰ: ﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَآءَ﴾ ہے اور تیسرا قرینہ وہ احادیث کثیرہ ہیں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اور جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

چونکہ ان بھائیوں کو اتباع مفسرین کا دعویٰ ہے لہٰذا نفی علم غیب کا محمل واضح کرنے کے لئے چند نقول پیش کی جا رہی ہیں۔

علامہ اسماعیل حقیؒ اپنی تفسیر روح البیان سورہ ہود، آیت ۳۱ میں رقم طراز ہیں:۔

ولا اعلم الغیب إلا باعلامہ	ترجمہ: اور میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ کے بتلانے سے۔

علامہ نیشاپوریؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"لا اعلم الغیب" تکون فیہ دلالۃ علی انّ الغیب بالاستقلال لا یعلمہٗ إلا اللّٰہ. (سورہ الانعام، آیت ۵۰)۔	ترجمہ: لا اعلم الغیب میں اس امر کی دلیل ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی غیب مطلق اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قاضی بیضاویؒ اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں:۔

(ولا اعلم الغیب) ما لم یوح الیّ ولم ینصب علیہ دلیلٌ

ترجمہ: میں غیب نہیں جانتا جب تک میری طرف وحی نہ کی جائے اور غیب پر دلیل قائم نہ کی جائے۔

اور تفسیر خازن میں ہے:۔

المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللّٰہ تعالٰی.

ترجمہ: معنی یہ ہے کہ میں اس وقت تک غیب نہیں جانتا جب تک کہ اللہ تعالٰی مجھے اطلاع نہیں دیتا۔

صاحب تفسیر جلالین نے آیت زیر نظر میں الغیب کا مرادی مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

ولا انی اعلم الغیب ما غاب عنی ولم یوح الیّ.

ترجمہ: میں اس غیب مطلق کو جاننے کا دعوٰی نہیں کرتا جو مجھ سے غائب ہو اور میری طرف وحی نہ کیا گیا ہو۔

علامہ اسماعیل حقیؒ نے روح البیان میں اس آیت کو جواب الزامی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

إنَّ اللّٰہ تعالٰی امر نبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یکلّم الکفار علی قدرِ عقولھم فقال قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ، علی انّھا عندی ولکن لا اقول لکم.

ترجمہ: اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ کفار سے ان کی عقل کے مطابق بات چیت کریں، چنانچہ ارشاد باری ہوا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں نہیں بتلاتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، باوجودیکہ وہ میرے پاس ہیں لیکن تمہیں بتلاتا نہیں، (کیونکہ اذن نہیں ہے)۔

اور اسی تفسیر روح البیان میں ہے:۔

فانہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یخبر عما مضی وعما سیکون باعلام الحق وقد قال

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے بتلانے سے گذشتہ اور آئندہ کے احوال بتلایا

علیہ الصلوٰۃ والسلام لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃٌ فعلمتُ ما کان وما سیکون فمن قال ان نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یعلم الغیب فقد اخطأ فیما أصاب ولا اقول لکم انی ملکٌ وان کنت عبرت عن مقام الملک حین قلت لجبرئیل تقدم فقال لو دنوتُ انملۃً لاحترقتُ. (سورہ الانعام، آیت ۵۰)۔

کرتے تھے، آپؐ نے فرمایا، شب معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا پس میں نے ما کان وما یکون کو جان لیا، پس جو کہتا ہے کہ آپ غائب امور کی بابت علم نہیں رکھتے تھے اس نے خطا کی، جہاں اس کی پہنچ ہوئی، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں، اگرچہ میں مقام ملک سے بہت آگے عبور کر چکا ہوں جب میں نے جبریل سے کہا آگے چلو تو اس نے کہا کہ

اگر یک سر موئے برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

اس ساری طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لا اعلم الغیب کی تشریح میں اس فقیر نے جو کہا ہے کہ یہاں "الا ما علمنی ربی" مقدر ہے، نیز ہی مفسرین کرامؒ نے جو اس کو نفی دعوائے علم غیب پر محمول کیا ہے نہ کہ نفی علم غیب پر، نیز اصحاب تفاسیر نے "الا باعلامہ تعالٰی ور الا ان یطلعنی اللّٰہ تعالٰی" اور "ما لم یُوْحَ الیّ ولمْ یُنصبْ علیہ دلیلٌ" کو جو مقدر قرار دیا ہے تو ان سب تعبیرات کی اساس اور بنیاد خود اسی آیت مبارکہ میں موجود ہے کیونکہ خود اسی آیت میں ہی فرما دیا گیا ہے کہ ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ﴾ اور اس کے بعد مزید فرما دیا گیا ہے کہ ﴿قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ﴾، فقیر پوری آیت نقل کرتا ہے تاکہ آپ لوگ ایک مرتبہ پوری آیت پڑھ لیں:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ﴾

ترجمہ: اے میرے نبی آپ کہہ دیں کہ میں تم کو نہیں بتاتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ کہتا ہوں کہ بغیر وحی کے غیب دان ہوں اور نہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے، کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں کیا تم غور نہیں کرتے؟

تصریح ہی ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ﴾ صرف بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی کا نزول ہوا، جبکہ یہ امر مسلم ہے کہ وحی الٰہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک علم الٰہی کی ترسیل کا ذریعہ بنی، اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیوب اضافیہ کا مکمل علم عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات وصفات کا عرفان موہوب فرمایا، آپؐ کو دنیا اور آخرت کے جملہ امور سے آگہی بخشی، آپؐ پر اسرارِ ہدایت اور رموزِ تعلیم وتربیت افشاء کئے۔ اصولِ جہاں بانی تعلیم فرمائے، ضابطہ ہائے فصلِ خصومات منکشف کئے اور اس طرح اکمالِ وحی کا فیضان، تبیانِ کلی کی صورت میں نمودار ہوا اور تبیانِ کلی (تبیانا لکل شیٔ) کا نتیجہ کمالِ وضوح کی صورت میں برآمد ہوا، اب آپ لوگ ہی بتائیں کہ کمالِ وضوح کے بعد خفاء اضافی اور غیبیت غیر حقیقیہ کا نام ونشان بھی باقی رہ سکتا ہے؟

تذکرۂ تنزیلِ وحی کے بعد کمالِ مشاہدہ، کمالِ رؤیت اور کمالِ بصارت کا تذکرہ فرمایا، ارشاد باری ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ﴾۔ ترجمہ اے میرے نبی کہہ دیں کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ جل شانہٗ نے ذات نبیؐ کو البصیر "دیکھنے والا" اور دیگر لوگوں کو الاعمٰی "نابینا" قرار دیا، اگر اس بصارت سے، عام انسانی بصارت مراد ہوتی تو دوسرے لوگوں کو "الاعمٰی" کیوں کہا جاتا؟ معلوم ہوا کہ "بصارت نبیؐ" کی بصارت ہے کہ تمام انسانوں کی بصارتیں اس کے مقابلہ میں "اندھا پن" ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت تو کروڑوں کہکشاؤں کی وسعت میں خالق کل کے دیدار تک عروج کر جاتی ہے، آیت ﴿أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى﴾ ترجمہ کیا تم لوگ ان صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے ہو اس امر کی بابت جسے وہ مشاہدہ کرتے ہیں؟ مشاہدۂ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لانے والوں کیلئے سخت توبیخ ہے۔ بالکل اسی طرح آیت زیرِ نظر ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ﴾ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو البصیر اور دیگر لوگوں کو آپؐ کے مقابلہ میں الاعمٰی تسلیم نہ کرنے والوں کیلئے سخت زجر ہے، یہ واضح رہے کہ سورہ التکویر میں حضرت جبریلؑ کی رؤیت کا ذکر ہے لیکن سورہ النجم میں خالقِ جبریلؑ کے دیدار کا تذکرہ ہے، زیادہ بحث کی یہاں گنجائش نہیں۔

حضرت علامہ اسماعیل حقیؒ صاحب تفسیر روح البیان کے قول کہ عندیۂ خزائن اللہ اور دعوائے عندیۂ خزائن اللہ میں فرق ہے، کی تصدیق مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

دارمیؒ نے اپنی سنن، باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابو مویہبہؓ سے نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

ثم اقبل عليّ فقال يا ابا مويهبة اني قد اوتيت بمفاتيح الدنيا.	پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے ابو مویہبہؓ مجھے دنیا کی چابیاں عطا کی گئیں۔

مسلم (کتاب الفتن واشراط الساعۃ) میں حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مشارقها ومغاربها".	ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا، پس میں نے دیکھا زمین کے مشارق کو اور زمین کے مغارب کو۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"واعطيتُ الكنزين الاحمر والابيض".	ترجمہ مجھے دونوں خزانے عطا کر دیئے گئے، سرخ اور سفید۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ما کان وما یکون کے بارے میں بخاری شریف اور مسلم شریف اور ان کی شروح اور دیگر حوالہ جات ابتداءِ رسالہ میں بیان ہو چکے ہیں۔

قال الطیب ﴿قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف، آیت ۱۸۸)۔

ترجمہ: کہہ نہیں اختیار رکھتا ہوں اپنی جان کے واسطے نفع اور ضرر کا مگر جتنا چاہے اللہ اور اگر میں ہوتا جانتا غیب کی بات، البتہ بہت لے لیتا میں بھلائی سے اور نہ لگتی مجھ کو برائی۔

اقول: اس آیت شریفہ کو بھی آپ کے عقیدہ کے ثبوت سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ اعلم الغیب کے بعد بھی الا ما شاء اللہ مضمر ہے۔ اس کا قرینہ ماقبل ہے، کیونکہ ﴿قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا﴾ کے بعد الا ما شاء اللہ مذکور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کی مشیت تو ہر چیز میں جاری وساری ہے، لہذا جب بتصریح قرآن کریم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مشیت کی بنا پر اپنے نفع ونقصان کے مالک ہو سکتے ہیں تو غائب امور کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی بناء پر کیوں نہیں جان سکتے؟

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور ارادے سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع مغیبات اضافیہ کا علم عطاء فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اللہ تعالیٰ کے اعلام کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالذات عالم غیب نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو علم غیب مخصوص بالباری تعالیٰ ہے وہ غیب مطلق کا علم ہے کیونکہ غیب مطلق وہ ہوتا ہے جو بالاستقلال غائب ہو، اس پر کوئی دلیل نصب نہ کی گئی ہو، اور نہ ہی بذریعہ وحی اس پر مطلع کیا گیا ہو، جبکہ غیب اضافی وہ ہوتا ہے جس پر دلیل قائم کی جاسکتی ہو، جو بداہت عقل اور رفع حجابات کی صورت میں حواس کی گرفت میں آ سکتا ہو یا وہ جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتلا دیا ہو، (غیب اضافی کو مغیبات کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے)۔

فقیر نے جو کہا ہے کہ الا ما شاء اللہ مشعر ہے تو اس کی دوسری اساس تصریح قرآنی ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء ہے جس کا ترجمہ ہے اور وہ اللہ کے علم میں سے کسی شیٔ کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا اللہ چاہے۔

جناب طیب صاحب! یہ آیت ہمارے اور تمہارے اوپر مشترک الورود ہے کیونکہ آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر مغیبات پر اطلاع حاصل ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں آپ نے لکھا ہے کہ ”نہ یہ آنحضرت صلعم کو غیب میں سے بالکل آگاہی دی ہی نہیں گئی، یہ تو صریح آیات کی مخالفت اور صحیح احادیث کا الٹ ہے“۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ خود آپ کے عقیدے کی رو سے بھی آپ کا ترجمہ کہ ”اگر میں ہوتا جانتا غیب کی بات“ غلط ہو گیا، پس آپ خود اپنے ترجمہ کا جواب دیں۔

آیت زیر نظر کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ سلیمان جملؒ نے حاشیہ جلالین میں لکھا ہے۔

لقائل ان یقول قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذلک وھو اعظم من معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ وبین قولہ تعالٰی ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر واجیب انہ یحتمل ان یکون قالہ علی سبیل التواضع والادب، المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ تعالٰی علیہ و یقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیب فلما اطلعہ اللہ اخبر بہ کما قال فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول أو یکون خرج ھذا الکلام مخرج الجواب عن سوالھم ثم بعد ذلک اظھرہ اللہ تعالی علی اشیاء من المغیبات فاخبر عنھا.

ترجمہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغیبات سے آگاہ کرنا تو ایک حقیقت ثابتہ ہے، احادیث میں اس کی تصریحات موجود ہیں، یہ تو آنحضورؐ کے اعظم معجزات میں سے ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ اس کی تطبیق آیت ولو کنت اعلم الغیب آہ کے ساتھ کیسے ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا محمل، تواضع اور ادب بارگاہ ایزدی ہے، یعنی مطلب یہ ہو گا کہ میں غیبی امور کو نہیں جانتا مگر اللہ کے اطلاع کرنے اور اس کے مقدر کرنے سے، دوسرا جواب ہے کہ جب آنحضورؐ نے لو کنت اعلم الغیب آہ فرمایا تو اس وقت آپؐ اُن (امتحانی تکالیف جیسے) غیبی امور کو نہیں جانتے تھے، بعد میں جب اللہ نے آپ کو اطلاع بخشی تو آپ نے بھی باخبر فرمایا، جیسا کہ آیت فلا یظہر علی غیبہ سے مترشح ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت لو کنت اعلم الغیب آہ کفار کے سوالات لا طائل تحتہا کے دفع کرنے کیلئے جواباً نازل ہوئی، بعد ازاں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغیبات پر تدریجاً (یعنی شیئاً فشیئاً) دسترس عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی بتلا دیا۔ (غیب اضافی کو مغیبات کہا جاتا ہے)۔

علامہ حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر القرآن العظیم میں ﴿قل لا أملک لنفسی﴾ کے تحت لکھتے ہیں:-

امرہُ اللّٰہ تعالٰی ان یفوض الامور الیہ تعالٰی وان یخبر عن نفسہ انہ لا یعلم الغیب المستقبل ولا اطلاع لہ علی شیٔ من ذلک الا بما اطلعہ اللّٰہ تعالی (الاعراف، ۱۸۸)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمائیں اور اپنے بارے میں کہیں کہ میں غیب مستقبل کو نہیں جانتا، اور نہ ہی میں اس پر آگاہ ہوں، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر مجھے اطلاع بخشی ہے۔

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ پچھلی آیت اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور نبی کریمؐ کو کفار مکہ کی باتوں کا جواب تلقین فرمایا گیا ہے۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جن امور کا مطالبہ کر رہے تھے ان کا صدور درحقیقت الوہیت (الٰہ ہونا) کے زمرے میں آتا ہے۔ کیونکہ وہ جس قسم کی قدرت ذاتیہ کاملہ غیر متناہیہ اور جس قسم کے علم ذاتی کامل غیر متناہی کی نمائش کے متمنی تھے وہ نبوت ورسالت کے دائرے سے ماوراء تھی۔ اس قسم کی قدرتِ مطلقہ اور علم مطلق تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے، یہی وجہ ہے کہ انہیں یہ نکتہ سمجھانے پر ہی سارا زور دیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت تو اللہ کی مشیت کے تابع اور آپؐ کا علم اللہ کی عطا کے ماتحت ہے۔

امت عیسویہ کمالات نبوت اور کمالات الوہیت کے مابین فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی ''اعتقادِ الٰہیتِ مسیحؑ'' کی آفت مہلکہ میں گرفتار ہوئی۔

معلوم ہوا کہ ان آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور قوت کی نفی مقصود نہیں بلکہ نبوت والوہیت کے امتیاز پر دلیل قائم کرنا مطلوب ہے، جیسا کہ مفسرین نے تصریحات فرمائی ہیں۔

حضرت امام بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب فرمایا ہے:۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِی نَبِیِّهِم	ترجمہ: چھوڑ دو اس (الوہیت) کو جس کا نصاریٰ نے اپنے نبی میں دعویٰ کیا۔

کفار مکہ کے مطالبہ کی توجیہہ ''طلب معجزہ'' سے کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکمتِ الٰہیہ نے ایمان کو ''مشاہدۂ معجزات'' کا محتاج اور تابع نہیں بنایا بلکہ یومنون بالغیب فرما کر ایمان بالغیب کی ترغیب دی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہود کے مطالبہ ''لن نؤمن

لک حتی نری اللّٰہ جھرۃ'' کے جواب میں ''فاخذتھم الصعقۃ'' کا واقعہ باعث پیش آیا۔ اسی لئے کفار مکہ کے بار بار مطالبوں کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت کے رازہائے سربستہ کو آشکار نہیں کیا کیونکہ خدا کا یہی حکم تھا۔

دراصل ایمان مقبول عند اللہ وہ ایمان ہے جو فہم سلیم اور ذوق باطنی سے پھوٹتا ہے اسی لئے ایمان وایقان کو تصدیق بالقلب اور انسان کی نجی منشأ کے ساتھ وابستہ کیا گیا۔ ارشاد ہوا ﴿من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر﴾ چنانچہ ایمان حقیقی وہ ہے جس نے ذہنی آمادگی اور بے لاگ تفکر وتدبر سے ''نمو'' پایا ہو، اس کے برعکس وہ ایمان کمال انسان اور فخر ولد آدمؑ نہیں جو جبر کی کسی صورت کا مرہونِ منت ہو، حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

موجب ایماں نباشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات
معجزات از بہر قہر دشمن است
بوئے جنسیت سوئے دل بردن است
قہر گردد دشمن اما دوست نے
دوست کے گردد بہ بستہ گردنے
برزند از جان کامل معجزات
برضمیر جان طالب چوں حیات

ترجمہ معجزات ایمان کا سبب نہیں ہوتے جنسیت کی خوشبو ہی صفت کو جذب کرتی ہے معجزے تو اسلئے ہوتے ہیں کہ دشمن دب جائے لیکن جنسیت کی خوشبو دل تک پہونچنے کیلئے ہوتی ہے۔ جبر، دشمن تو بناتا ہے مگر دوست نہیں بناتا وہ شخص بھلا دوست کیا ہوگا جو گردن سے پکڑ کر لایا گیا ہو پیغمبر اپنا معجزانہ روحانی اثر براہ راست روح طالب پر ڈالتا ہے اثر حیات کی مانند۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر وہ معجزے ظاہر فرمائے جو فکر کو مہمیز لگائیں نہ وہ جو کہ تفکر وتدبر کی جولان گاہ کو محدود بنا دیں، اسی لئے تو حکمت الہیہ نے معجزات کے اندر کسی قدر خفاء اور پوشیدگی کا عنصر شامل کر دیا، تاکہ معجزہ سے، دیکھنے والے میں مجبوری کی کیفیت پیدا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی یہی حکمتِ بالغہ، مطالباتِ کفار کے عدم ایفاء کا موجب بنی۔

حقیقت یہ ہے کہ "القدیر" نے اپنی قدرت کو کھلم کھلا، برسر عام بے نقاب وبے حجاب نہ کرنے کا فیصلہ فرمایا ہوا ہے، مگر افسوس ہے کہ اِن آیات مبارکہ کو "قوت وعلم نبویؐ" کی نفی پر محمول کرنے والے کم فہم انسانوں کا ذہن نارسا، اس حقیقت کا ادراک کرنے سے یکسر قاصر رہا۔

کفار مکہ، جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزوں کا مطالبہ کیا کرتے تھے، تو ان کے اس مطالبہ کی اساس اور بنیاد، دنیاوی لالچ اور مادی منفعت ہوتی تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے کاروباری نفع ونقصان سے پیشگی آگاہ کر دیں یا ان کیلئے ریگ زاروں کو پلک جھپکنے میں لہلہاتے کھیتوں اور گھنے باغات میں تبدیل کردیں، تب ہی وہ آپؐ پر ایمان لائیں گے ورنہ نہیں۔

درحقیقت مطالبۂ کفار، کائناتی نظام میں کارفرما "اسبابِ مادیہ ظاہرہ" کی مکمل اور کھلے عام تعطیل کا مطالبہ تھا، مگر چونکہ حکمتِ الہیہ کا فیصلہ، تسبیب کو بالعموم برقرار رکھنے کا ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمان "قل لا املک" کے ذریعہ مظاہرۂ تعطیلِ اسباب سے روک دیا گیا، اس سے انتفاء "قدرت وعلم نبویؐ" مستنبط نہیں ہوتا، کیونکہ معجزہ تو "خلق الہٰی" ہوتا ہے اور تعطیلِ اسباب، تحت القدرۃ الالہیہ ہے۔

اس میں دقیق اور عمیق نکتہ یہ ہے کہ منصب نبوت ورسالت کھیتیاں اُگانا اور تجارتی پیش گوئیاں کرنا نہیں بلکہ "نذارت وبشارت" ہے، چنانچہ فرمایا ﴿إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾۔ مزید نکتہ اس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام تر وقت، آپ کا علم، قوت اور توجہ "صلاحیتِ ایمان" رکھنے والے حضرات ہی کی تعلیم وتربیت اور اصلاح پر خرچ ہونے چاہئیں نہ کہ کفار کے بے سروپا مطالبات کی تکمیل پر۔

بمصداق قاعدہ "القرآن یفسر بعضهٗ بعضاً" خود قرآن مجید نے بارہا وضاحت کر دی ہے کہ "امر خارق لعادات" کے صدور کے بعد کفار کیلئے مہلت منجانب اللہ ختم ہو

جائے گی، کیونکہ اتمام حجت کے بعد اصرار علی الکفر، استحقاقِ عذاب کا موجب ہوتا ہے، جبکہ مدعا یہ ہے کہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آمد کا مقصد نجات از عذاب ہے، اصلاحِ احوال ہے، خوش بختی اور تحصیل انعامات ہے، اسی وجہ سے بجمیلا "قل لا املک" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع، درگذر اور صبر کی روش اختیار فرمائی اور کفار کی جلد بازی، تمسخر اور فرمائش کو پرکاہ بھی اہمیت نہ دی۔ اللہ تعالیٰ کی وضع کردہ اور نافذ کردہ اس حکمت عملی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری یا لاعلمی تصور کرنا سخت نامناسب ہے۔

علاوہ ازیں اطلاع علی الغیب کے بکثرت اور برملا مظاہرے میں مخلوق خدا کی عیب کشائی کا امکان ہوتا ہے، اسلئے اس سے اجتناب، حکمت الہیہ کا تقاضا ہے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ان سوالات پر تا اذن الٰہی، خاموشی، توریہ یا ملفوف گفتگو فرماتے جس میں کسی قسم کی "مخفیات پر اطلاع" ہوتی، اس سے عدم اطلاع کا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے، حافظ محی السنہ بغویؒ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل سورۂ آل عمران، آیت ۱۷۹ اور سورۃ المائدہ، آیت ۱۰۱ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی صورتیں مجھے دکھا دی گئیں جبکہ وہ ابھی مٹی میں تھے اور مجھے بتلا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا؟ تو منافقین آپس میں کہنے لگے کہ ہم کو تو آپ کو خبر نہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ مجھ پر ایمان کون لائے گا، اور کفر کون کرے گا؟ جبکہ ابھی وہ لوگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا، ما بال اقوام طعنوا فی علمی ؟ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ میرے علمِ غیب کے بارے میں طنز کا ارتکاب کیا؟ آپؐ بار بار فرمانے لگے کہ پوچھو مجھ سے، میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، اب کچھ لوگوں نے سوالات پوچھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ٹھیک ٹھیک جوابات دیے۔ اس پر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور بار بار آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو معاف فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا، کیا تم لوگ اب باز آنے والے ہو؟

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

عن السدیؓ انه قال غضب رسول الله صلی الله علیه یوماً من الایام فقام خطیباً فقال سلونی فانکم لا تسالونی عن شیءٍ الا انبأتکم به فقام الیه رجل من قریش من بنی سهم یقال لهٗ عبد الله ابن حذافة وکان یطعن فیه فقال یارسول الله مَنْ ابی؟ فقال أبوک فلانٌ فدعاه لابیه فقام الیه عمر بن الخطاب فقبّل رجلهٗ وقال یارسول الله رضینا بالله رباً وبک نبیاً وبالاسلام دیناً وبالقرآن اماماً فاعف عنا عفی الله عنک فلم یزل حتی رضی صلی الله علیه وسلم. (سورہ المائدہ، آیت ۱۰۱)۔

ترجمہ حضرت سدیؒ راوی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منافقین کے طعنہ قلت علمی پر) خفا ہوئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطاب کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا، پوچھو مجھ سے! میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، ایک شخص کھڑا ہوا جس کی ولدیت کے بارے میں طعنہ زنی کی جاتی تھی، وہ کہنے لگا مَنْ ابیْ؟ میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے! حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے، آپؐ کے قدم مبارک کو چوما اور عرض کیا یارسول اللہ! ہم راضی ہیں اللہ کو رب، آپ کو نبی، اسلام کو دین اور قرآن کو پیشوا مان کر، آپ ہمیں معاف فرما دیں، حضرت عمرؓ بار بار یہ التجا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے۔

آں ذات سبحانہٗ جل شانہٗ وعز برہانہٗ کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر "لو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت" کی تنزیل برائے تلقینِ ادبِ الٰہی ہے، کیونکہ کمال ادب باری عز اسمہٗ کا یہی تقاضا ہے کہ علم کو اپنی بجائے اللہ کی طرف منسوب کیا جائے، ورنہ وجود باجود آنجنابؐ منور الوجود علیہ اکمل صلوات الودود، بتمامہ خیر کثیر ور نورٌ علی نور ہے، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں برائی کا نام ونشان بھی نہیں، بلکہ جو شخص حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی عیب یا برائی کا قائل ہو وہ عند المحققین کافر ہے، معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جو عوارضِ بشریہ اور جو جو تکالیف بھی پیش آئیں وہ تو محک امتحانی تھیں، ان سے تو تابش اور لمعانِ گوہر نبوت، مزید در مزید بڑھتی گئی، جیسا کہ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔

؎ چوشد معیار او آں سنگ کارے نشد ظاہر بجز کامل عیارے

لہٰذا جب تالی یعنی "لا ستکثرت" محمول بر ادب ہوا تو مقدم یعنی نفی علم غیب مستفاد از لو کنت اعلم الغیب بھی محمول بر ادب ہوگا، کیونکہ مقدم اور تالی میں ملازمہ ہوتا ہے۔

جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں سے کہیں کہ گذشتہ صفحات میں جو تفسیری توجیہات اس فقیر کی طرف سے مذکور ہوئی ہیں وہ ان آیات مبارکہ کی تفہیم کیلئے کافی ووافی ہیں، لیکن اگر یہ لوگ ضد کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کیلئے خیر کثیر کی نفی کی گئی ہے تو پھر میں جواباً عرض کروں گا کہ خیر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر عطا کی گئی ہے کیونکہ خدائے پاک جل شانہٗ کا ارشاد ہے ﴿ومن یؤت الحکمة فقد أُوتی خیراً کثیراً﴾ اور ﴿انّا أعطیناک الکوثر﴾ (أی خیراً کثیراً)۔

نیز تاج ﴿وما أرسلناک إلا رحمةً للعالمین﴾ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سجایا اور ﴿عسی أن یبعثک ربک مقاماً محموداً﴾ کی خلعت سے بھی آپ کو ممتاز فرمایا اور رتبہ انا حاملُ لواء الحمد یوم القیامة، تحته آدمُ ومن دُونهٗ بھی عطا فرمایا تو اب کونسی خیر باقی رہ گئی ہے جو آپ کو عطا نہیں ہوئی؟

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات کے باب المعراج میں لکھا ہے "از فضل وکمال ہمہ اورا حاصل است" ترجمہ: تمام کا تمام فضل اور تمام کا تمام کمال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج، عرش بریں پہ بلا کر اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرمایا، جبکہ حضرت جبریلؑ جیسے فرشتے صل علی محمد کہہ کر پیچھے رہ گئے اور خدائے پاک نے اپنے محبوب کو آسمانوں کی سیر کرائی، بہشتوں اور دوزخوں کا ملاحظہ کرایا اور حالات ماضیہ اور مستقبلہ سے آگاہی بخشی تو اب کونسی خیر باقی بچ گئی؟

مزید برآں ﴿وإنک لعلی خلقٍ عظیم﴾ آپ کی شان ہے، خود خدائے پاک آپ کا مداح اور ثناء خوان ہے، ﴿ورفعنا لک ذکرک﴾ آپ کی عظمت کا نشان ہے، ﴿وکان فضلُ الله علیک عظیماً﴾ نطقِ رحمان ہے اور ﴿الرحمن علّم القرآن﴾، علام الغیوب کا فرمان ہے تو اب آپ لوگ نشان دہی فرمائیں کہ خیر کثیر کا وہ کونسا مرتبہ ہے جو دست قدرت سے چوک گیا ہے؟

جناب حبیب صاحب! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو عظمتِ شانِ علم باری عز اسمہٗ کا نظارہ فرما رہے ہیں اور اس کے ادب کے سامنے اپنے علم کو ذرہ بھر مشاہدہ کر رہے ہیں اس لئے فرما رہے ہیں ولا اعلم الغیب، مگر تم لوگ اتنی جسارت نہ کرو کہ اپنے نبی کے علم کا انکار کر دو یا اس کو تاقلیل قرار دیدو کہ القلیل کالمعدوم ہی بنا دو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انکار دعوائے علم کی توضیح کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ بیان فرمایا ہے جو کہ صحیح مسلم میں ہے کہ

قام موسیٰ خطیباً فی بنی اسرائیل فسئل ایّ الناس اعلم قال انا اعلم فعتب اللّٰہ علیہ اذ لم یرد العلم الیہ.	ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل سے خطاب فرما رہے تھے کہ کسی نے پوچھا "سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟" تو آپ نے کہا کہ میں، پس اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلم ہونے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ فرمایا تھا۔

مندرجہ ذیل قرآنی آیت سے بھی یہی سبق حاصل ہو رہا ہے

یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ماذا اجبتم، قالوا لا علم لنا، انک انت علام الغیوب (المائدہ ۱۰۹)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس دن رسولوں کو جمع کر کے ان سے پوچھے گا کہ آپ کو (اپنی امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا تھا؟ تو وہ کہیں گے کہ (تیرے سامنے) ہمارا علم کسی شمار میں نہیں کیونکہ تو علام الغیوب ہے (کما روی عن ابن عباس، ھٰکذا نقلہٗ ابن جریرؒ)

مسئلہ ہذا مانند ہے استعمال لفظ مثل کے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما دیں، ﴿انما انا بشر مثلکم﴾ مگر نہیں جائز کہ ہم کہیں انما ھو بشر مثلنا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تو بشری ہے، مگر زمین اور عرش بریں کا فرق ہے، اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے بپاس ادب دعوائے مثلیت کلیۃً ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالات ظاہرہ و باطنہ سے مالا مال فرما کر ساری خیر آپ پر نچھاور فرما دی، آپ کی روح، عقل اور قلب کا کیا پوچھنا، اللہ تعالیٰ نے تو آپ کا بدن ایسا لطیف اور نظیف بنایا کہ عرش بریں پر ایک لمحہ میں پہنچ گیا اور پسینہ مبارک کی خوشبو ایسی کہ تمام کائنات کا مجموعی مشک وعنبر اس کے آگے شرمسار۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جس کوچہ سے ایک مرتبہ گذر جاتے تو روزہا روز تک وہاں سے خوشبو کی لپٹیں آتی رہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تلخ سے تلخ پانی میں ڈالا گیا تو وہ شیریں ہوگیا۔ نابینا شخص کی آنکھ میں لگایا گیا تو وہ بینا ہوگیا، ٹوٹی ہوئی ٹانگ کی ہڈی پر ہاتھ پھیرا تو وہ پہلے کی طرح جڑ گئی۔ آشوب چشم کیلئے آپ کا لعاب مبارک پیغام شفاء ثابت ہوا، آپ کے سایہ کو زمین پر نہ پڑنے دیا بلکہ بادلوں کو آپ کے سر مبارک کے اوپر چھتری بنا دیا، ایک بانصیب نے آپ کا بول طاہر نوش کر لیا تو وہ پیٹ کے امراض سے محفوظ ہو گیا، آپ کے بدن پر مکھی وغیرہ نہ بیٹھتے تھے۔ آپ کے براز کو زمین فوراً کھا جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم از سرتا پا خیر ہی خیر ہیں۔ خلاصۃ المرام کے طور پر عرض ہے کہ روح المعانی میں علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل قول نقل کیا گیا ہے اور اسے راجح قرار دیا گیا ہے۔

یحتمل ان یکون ھذا القول منہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی سبیل التواضع والادب والمعنیٰ لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللّٰہ تعالیٰ علیہ ویقدرہ لی.	ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قول، از راہ تواضع اور از راہ ادب فرمایا، جس سے مراد یہ ہے کہ میں تو غیب نہیں جانتا، ہاں مگر اس وقت جب اللہ تعالیٰ مجھے اس پر مطلع فرما دے اور اسے میرے لئے مقدر کر دے۔

جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں سے پوچھو کہ وہ کونسی خیر ہے جو آپ لوگوں کے نزدیک آں سید الانبیاء والمرسلین اور محبوب ذات رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء نہیں فرمائی گئی؟ نیز وہ کونسا سوء اور کونسی برائی ہے جو آپ لوگوں کے نزدیک آں ذات بابرکات اور منبع رشد وخیرات صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہوگئی؟ آپ لوگ ذرا غور اور خیال کرو اور اتنی بے ادبی میں قدم نہ رکھو، بلکہ توبہ تائب ہو کر تسلیم کرو کہ کلمہ "لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء" کا محمول ہے اس مراد پر کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم الٰہی سے اور امر الٰہی سے، بلحاظ کمال ادب باری تعالیٰ جل شانہٗ وعز برہانہٗ اور بلحاظ

تمام تواضع بحضور آں ذات مالک کل، بطور تعمیل حکم آں شہنشاہ معظم تبارک وتعالیٰ یہ فرمایا، جیسا کہ محقق مفسرین نے تصریح کی ہے۔

جناب طیب صاحب! اگر ان بھائیوں نے اس آیت "لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء" کی تقریر استدلال نہیں فرمائی تو فقیر عرض کر دیتا ہے، وہ یہ ہے کہ کلمہ "لَوْ" موضوع ہے برائے انتفاء خبر کے، بسبب انتفاء شرط کے، اب لاستکثرت اور مسنی میں سے جو مثبت مذکور ہے وہ منفی ہوگا اور جو منفی ہے وہ مثبت ہوگا۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ مقصود اس کلام "لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء" کا ان بھائیوں کے اعتقاد کے موافق یہ نکلا کہ بہت بھلائی میں نے نہیں لی، اور مجھ کو برائی لگ گئی ہے، بہ سبب اس کے کہ میں غیب نہیں جانتا، استغفر اللہ تعالیٰ۔

سو یہ فقیر اس پر عرض کرتا ہے کہ برائی کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو نام ونشان بھی نہیں، بلکہ جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی عیب تھا یا کوئی برائی تھی، سو ایسا شخص اہل حق کے نزدیک دین اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان بھائیوں کو خلجان ذہنی کا عارضہ لاحق ہے ورنہ جو جو تکالیف بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں تو وہ محض محک امتحانی تھیں، جن سے تابش، حدت اور چمک دمک جوہر نبوت کی مزید در مزید بڑھتی جاتی تھی، جیسے کہ حضرت مولانا جامی قدس سرہ العزیز نے فرمایا

چو شد معیار او آں سنگ کارے — نشد ظاہر بجز کامل عیارے

جناب طیب صاحب! آپ اپنے ان بھائیوں کو یہ اہم نکتہ سمجھا دیں کہ ان امتحانی تکالیف (عوارض بشریہ) کی حکمت یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات بلند ہوتے رہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ خوش خبری نازل فرما دی کہ ﴿ورفع بعضهم درجات﴾ نیز فرمایا ﴿وللآخرة خير لك من الأولى﴾

عوارض بشریہ کو نقص شمار کرنا سخت نادانی ہے بلکہ یہ چیز فضیلت ہے اور موجب فضائل کثیرہ ہے۔ ان امتحانی تکالیف سے بعض لوگوں کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔

قال الطیب، چوتھی آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ہے (سورۃ لقمان، آیت ۳۴)

اقول سب سے پہلے فقیر یہ عرض کرتا ہے کہ علم القرآن تک رسائی کا ذریعہ اور وسیلہ علم التفسیر اور علم الحدیث ہے، اس لئے آپ کسی آیت قرآنیہ کی مراد الٰہی معلوم کرنے کی غرض سے تفاسیر اور احادیث کی طرف رجوع کیا کریں۔ اگر آپ محض اپنی رائے سے قرآن مجید کی تاویل وتعبیر کریں گے تو یہ تاویل بالرائے ہوگی، جبکہ تاویل بالرائے اور تفسیر بالرائے وساوس نفسانیہ میں سے شمار ہوتی ہے، کیونکہ وہ مبنی بر دلیل نہیں ہوتی۔

اگر کوئی شخص جملہ تفاسیر اور جملہ احادیث نبویہ کو برطرف کر دے اور من مانی تشریحات کرنے لگے تو اس کی تشریحات مردود قرار دی جائیں گی، جملہ تفاسیر کو نظر انداز کرنا ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کے زمرے میں آتا ہے اور حدیث نبوی کے برخلاف رائے قائم کرنا ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ﴾ کے فرمان واجب الاذعان کے تحت شامل ہو کر استحقاق وعید الٰہی کا موجب بنتا ہے۔

جناب طیب صاحب! آپ کے ان بھائیوں کا اصل مسئلہ قلت علم ہے پورے اصول وفروع پر ان کی نظر نہیں ہے، پورے ذخیرۂ تفسیر وحدیث کا مطالعہ کریں گے تو ان پر بات واضح ہوگی، دین ایک وحدت ہے اس کی جملہ تعلیمات باہم مربوط ہیں، لہٰذا جو شخص ان کے اندر انتشار پیدا کرے گا وہ خود فکری انتشار کا شکار ہوگا، علم بالاحادیث اور علم بالتفاسیر کے بغیر آپ کے سادہ لوح بھائیوں کو ٹھوکر لگ گئی ہے جس طرح کہ وہ مذکورۃ الصدر آیت مبارکہ سے اخذ مراد میں اوندھے منہ گر پڑے ہیں۔

اس مختصر مگر ضروری نصیحت کے بعد فقیر عرض کرتا ہے کہ آپ اس آیت مبارکہ کی تفسیر معلوم کرنے کیلئے حافظ اسماعیل بن کثیر القرشی کی تفسیر القرآن العظیم کا مطالعہ فرمائیں، ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

هذه مفاتيح الغيب التي استأثر الله تعالى بعلمها فلا يعلمها احد الا بعد اعلامه تعالى بها. (سورۃ لقمان، آیت ۳۴).	ترجمہ یہ غیب کی چابیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس کوئی شخص ان کو نہیں جانتا مگر اسکے بعد کہ اللہ تعالیٰ اسے انکا علم عطا کر دے۔

آپ لوگوں کو یہ ضابطہ بارہا سمجھایا جا چکا ہے کہ جہاں کہیں بھی علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں "اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر" کی قید تسلیم کی جائے گی، چنانچہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اس آیت میں بھی حافظ ابن کثیر نے "الا بعد اعلامه تعالى بها" کی قید ظاہر کرکے اسی ضابطۂ کلیہ کی یاد دہانی کرا دی ہے۔

فقیر پہلے ہی عرض کر چکا ہے کہ مغیبات کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بقدر عطاء الٰہی ہے اور بالتدریج ہے اور علم محیط بالاستقلال تو مخصوص ساتھ ذات باری عز اسمہٗ کے ہے۔

چنانچہ علامہ شیخ احمد صاوی مالکیؒ اپنی تفسیر صاوی میں تحت آیت ﴿یسئلونک عن الساعۃ﴾ لکھتے ہیں۔

وھذا قبل اعلامه بوقتها فلا ینافی انه صلی الله علیه وسلم لم یخرج من الدنیا حتی اعلمه الله تعالی بجمیع مغیبات الدنیا والآخرة.	یہ جواب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ وقتِ قیامت عطا کرنے سے پیشتر ہے، لہٰذا یہ اس بات کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے، دنیا اور آخرت کے تمام مغیبات کا علم عطا کر دیا تھا۔

نوٹ: واضح ہو کہ مغیبات کی اصطلاح، غیب اضافی کیلئے وضع کی گئی ہے تاکہ غیب مطلق اور غیب اضافی میں امتیاز قائم ہو جائے۔

جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں سے پوچھیں کہ آپ جو کہتے ہیں کہ علم قیامت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا جبکہ ہم نے گذشتہ اوراق میں اس کا اثبات کامل طور پر کر دیا ہے، مزید برآں یہ لوگ اس بارے میں کیا فرمائیں گے کہ جملہ احوال یوم قیامت کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیئے ہیں جیسا کہ کتاب اللہ اور کتب احادیث قیامت کے احوال سے بھرے ہوئے ہیں، چند مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تذکرہ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابونعیم نے حضرتِ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے:۔

قال حدثتنی ام الفضلؓ قالت مررتُ بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال انک حاملٌ بغلام فاذا ولدتهٖ فأتینی به فلمّا ولدتُ اتیتُ النبیّ فاذّن فی اُذُنه الیمنی واقام فی اُذُنِه الیسری وَاَلْبَاَهٗ فیْ رِیْقه فسمّاهُ عبد اللّٰه فقال اذهبیْ بابی الخلفاء (الحدیث)	ترجمہ حضرت ام الفضلؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گذری تو آپ نے فرمایا، تیرے شکم میں بیٹا ہے، جب وضع حمل ہو تو میرے پاس لانا، سو جب بیٹا پیدا ہوا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا، پھر فرمایا، خلفاء کے باپ کو لے جا۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے (باب فضائل علیؓ میں) روایت بیان فرمائی ہے کہ:

انّ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال یوم خیبر لاعطینّ هٰذِهِ الرایةَ رجلاً یفتح اللّٰه علی یَدَیْهِ یحبُّ اللّٰه و رسولَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ ورسولُهٗ (الحدیث)	ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا، میں یہ جھنڈا (کل) ایک ایسے شخص کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں، اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ شخص خدا ورسول سے محبت کرتا ہے اور خدا و رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

اور ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں سہل بن حنظلہ سے باب فضل الحرس فی سبیل اللہ تعالیٰ میں روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

فجاء رجلٌ فارسٌ فقال یارسول اللّٰه انّی انطلقتُ بین ایدیکم حتی طلعتُ علی جبل کذا و کذا فاذا انا بھوازنَ علی بکرةِ آبائھم بظُعُنِھِمْ وَنَعَمِھِمْ وشائھم اجتمعوا الی حُنینَ فتبسّمَ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وقال تلک غنیمة المسلمین غداً ان شاء اللّٰه تعالٰی. (الحدیث)	ترجمہ: پس ایک سوار آیا اور کہا یارسول اللہ! میں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو دیکھا کہ بنو ہوازن سب کے سب اپنے اہل وعیال، اونٹوں اور بکریوں سمیت حنین کی طرف جمع ہو رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ، کل یہ سب کچھ مسلمانوں کیلئے مال غنیمت ہوگا۔

نیز امام مسلم نے اپنی صحیح باب عرض مقعد المیت، جلد ثانی، میں حضرت انسؓ سے ایک قصہ حضرت عمرؓ کا روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:۔

انّ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یُرینا مصارعَ أهلِ بدرٍ بالامسِ یقولُ هٰذا مصرعُ فلانٍ غداً اِن شاء اللّٰه تعالٰی وهٰذا مصرعُ فلانٍ ان شاء اللّٰه تعالٰی قال فقال	ترجمہ: حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن پہلے ہی ہمیں اہل بدر کی قتل گاہیں دکھاتے رہے، آپ فرماتے کہ انشاء اللہ کل یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہوگی

عمرؓ فو الذی بعثہ بالحق ما اُخطئوا الحدود التی حدّ رسول اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم.	اور یہ فلاں کافر کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آنحضورؐ کو مبعوث فرمایا کہ کفار کیلئے جو جو جگہ آپؐ نے مقرر کی، وہ لوگ ٹھیک ٹھیک وہیں پہ گرے۔

قال:۔ پس واضح ہوا کہ ماحصل مرقومہ آیات کا یہی ہے کہ ہر ایک غیب شیٔ کا دائمی محیط علم جس کو علم غیب کہتے ہیں آنجناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں اور نہ کسی اور کو، نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب میں سے بالکل آگاہی دی ہی نہیں گئی یہ تو صریح آیات کی مخالفت اور صحیح احادیث کا الٹ ہے نعوذ باللہ منہا بلکہ سچ اعتقاد یہی ہے کہ آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع انبیاء واولیاء پہ اور ان کے علم شریف کو جمیع انبیاء علیہم السلام کے علم پر فضیلت ہے، ہاں جو لوگ عوام کالانعام یا خواص کالعوام ہیں وہ اس کے معتقد ہیں کہ آنجناب صلعم کا علم خدائے پاک کے علم کے برابر ہے، اور اگر کچھ فرق ہے تو صرف وہی جو استاد اور شاگرد میں ہوتا ہے۔ یعنی آنجنابؐ کا علم بذاتہٖ نہیں بلکہ خدا کا دیا ہوا ہے۔

اقول: حبیب صاحب! ان بھائیوں سے پوچھیں کہ آپ نے قبل ازیں آیات قرآنیہ کا جو ترجمہ لکھا ہے اس سے تو علم غیب کی علی الاطلاق نفی ہوتی ہے مثلاً ولا اعلم الغیب کا آپ نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ ''نہ میں غیب کی بات کو جانتا ہوں'' اور ولو کنتُ اعلم الغیب کا آپ نے یہ ترجمہ کیا ہے ''اگر میں ہوتا جانتا غیب کی بات''، مقام حیرت ہے کہ آپ لوگوں نے ان تراجم میں نہ کسی قید ''ہر شیٔ'' کی لگائی ہے اور نہ ہی ''دائمی محیط'' ہونے کی کہیں تصریح کی ہے، اس تضاد بیانی کے باوجود آپ چالاکی سے ''واضح ہوا'' بھی ساتھ ہی کہتے جاتے ہیں۔

اس تضاد بیانی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو مسئلہ علم غیب کا مکمل ادراک نہیں ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کل کائنات کو شامل ہونے کے باوجود متناہی ہے ور متناہی جہات سے ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم لامتناہی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائے الٰہی سے ہے جبکہ اللہ کا علم ذاتی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر آن اور ہر لحہ بڑھایا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم ازل سے کامل ہے۔

لوح وقلم کا علم، علوم نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ایک حصہ ہے مگر اس کے باوجود علمِ نبوی علم الٰہی کا بعض ہی ہے۔

نیز آپ نے جو یہ کہا ہے کہ ''نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب میں سے بالکل آگاہی دی ہی نہیں گئی''، اس سے تو معلوم ہوتا ہے آپ تو اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی قدر غیب کی باتوں کو جانتے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگوں پہ لازم ہے کہ اپنے ترجمہ کا جواب دیں جس میں آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی علی الاطلاق نفی کی ہے، پھر جو کچھ آپ جواب دیں گے علماء محققین جو فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ماکان وما یکون کا عطا کیا گیا ہے، ان کی طرف سے بھی وہی جواب سمجھیں۔

اور آپ نے جو فرمایا تھا کہ خاصة الشيء ما يوجد فيه ولا يوجد في غيره وہ بھی ٹوٹ گیا، اس کا جواب بھی آپ پر لازم ہے کیونکہ آپ نے بھی کہہ دیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا تھوڑا بہت علم دیدیا گیا ہے۔

توضیح مسئلہ کیلئے فقیر عرض کرتا ہے کہ آپ لوگ غیب مطلق اور غیب اضافی کو خلط ملط نہ کیا کریں، مخصوص بالباری تعالیٰ علم غیب مطلق ہے نہ کہ علم غیب اضافی (Relative)۔

واضح رہے کہ غیب دو قسموں پر منقسم ہے۔

(۱) **غیب مطلق**: یہ وہ ہوتا ہے جو غائب علی سبیل الاستقلال ہو، اس پر کوئی دلیل قائم نہ کی گئی ہو، نہ ہی وہ بداہتِ عقل یا حواس کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس پر کسی کو مطلع کیا ہو، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مخفی اور پوشیدہ ہو، اس کا علم خاصۂ خدا ہے۔ اس کی کوئی مثال پیش کرنے سے انسان عاجز ہے۔

(۲) **غیب اضافی**: یہ وہ ہوتا ہے جو Relative ہو۔ علی سبیل الاستقلال نہ ہو، اس پر کوئی دلیل قائم کی جا سکتی ہو، وہ تو حجابات ذہنیہ یا حجابات حسیہ کے حائل ہونے کی وجہ سے اوجھل ہو، وہ بذریعہ رفع حجابات عقلیہ اور حسیہ، بذریعہ نصب دلیل، اور بذریعہ اعلام و اطلاع الٰہی، معلوم یا مشہود ہو سکتا ہو۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کی دین ہے، کسی کو تھوڑا دیتا ہے اور کسی کو زیادہ۔ مگر سرور کونین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کا کل علم غیب اضافی تدریجاً مرحمت فرما دیا، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیر متناہی کے سامنے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا متناہی علم ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے سامنے ایک قطرہ، اسی لئے اسے بنسبت علم باری تعالیٰ بعض بھی کہہ دیتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر آن اور ہر لحہ بڑھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ازلی، ابدی اور ذاتی ہے۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے اللہ تعالیٰ کا علم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کسی ذرہ کے بارے میں بھی یکساں یا مماثل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی ذرہ کے بارے میں بھی غیر متناہی وجوہ سے ہے اور اس ذرہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا علم بے کراں اور بے حد وحساب ہے جس کے سمندر کی کوئی انت اور انتہاء نہیں ہے۔ جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس ذرہ کے بارے میں متناہی جہات سے ہے۔

جناب طبیب صاحب! آپ کے بھائیوں اور ہمارے درمیان نزاع یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت اور کثرت کے قائل ہیں جبکہ بعض لوگ علم محمدیؐ کی کوتاہی اور کم مائیگی کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ کہنے لگتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہ تھی، معاذ اللہ۔ (حوالہ کیلئے ابراہین لقاطعہ ملاحظہ ہو، شبلی)

جناب طبیب صاحب! یہ جو ان چالاک بھائیوں نے کہا ہے کہ خواص کا اعتقاد ہے کہ آنجناب صلعم کا علم خدائے پاک کے علم کے برابر ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ خواص تو بجائے خود عوام کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے، اس بات کو ان بھائیوں نے محض دھوکہ دہی کی غرض سے درج کیا ہے۔ اس میں تو کوئی بحث ہی نہیں، بحث تو علم کونین میں ہے، کونین کا علم جناب باری عز اسمہٗ کے علم کے آگے ایک قطرہ بھر بھی نہیں، تفسیر روح البیان سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۵ میں لکھا ہے:۔

قال بعض الكبار علم الأولياء من علم الأنبياء بمنزلة قطرةٍ من سبعة ابحرٍ وعلم الأنبياء من علم نبينا محمد صلى الله عليه وسلم بهذه المثابة وعلم نبينا عليه الصلوة والسلام من علم الحق سبحانهٗ بهذه المنزلة فالعلم الذى اوتيه العباد وإن كان كثيراً فى نفسه لكنّهٗ قليلٌ بالنسبة إلى علم الحق سبحانهٗ

ترجمہ۔ بعض اکابرین نے کہا ہے کہ اولیاء کا علم بنسبت علم انبیاء علیہم السلام کے، ایسے ہے جیسے ایک قطرہ بنسبت سات سمندروں کے، اسی طرح انبیاء کرام کا علم بنسبتِ علم سید الأنبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا ہی ہے۔ اور اسی طرح علم سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا بنسبتِ علم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ایسا ہی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا علم اگرچہ فی نفسہ کثیر ہے مگر بنسبت علم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قلیل ہے۔

اور شیخ عبد الوہاب الشعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ قلم نے لوح محفوظ میں حوادثات سے قیامت تک لکھا ہے بعض اولیاء کرام کو ان پر کافی کچھ اطلاع دی گئی ہے۔

نیز کلام رحمہ الشہاب علی ابن عبد الوہاب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام علمِ لوح کا غیب اضافی ہے اور عبارت ان کی یہ ہے:

وتمامُ علم اللوح المحفوظ غيبٌ اضافيٌ ثبتَ حصولهٗ لغيرهٖ تعالىٰ.

ترجمہ۔ لوح محفوظ کا تمام علم، غیب اضافی ہے، لہٰذا اس کا غیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو حاصل ہونا ثابت ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے:

﴿قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ آه﴾ (سورۃ الکہف، آیت ۱۰۹) نیز ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِن بَعْدِهٖ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ﴾ (سورہ لقمان، آیت ۲۷)۔

مراد زیں کلمات نزد اہل تحقیق، فضائل وکمالات وحقائق ومعارفے است کہ حضرت ذو الجلال والاکرام بر خاصگانِ درگاہِ خود از انبیاء واصفیاء، خصوصاً بر سید انبیاء وسند اصفیاء افاضہ نمودہ والا آنچہ صفتِ حق وشانِ ذاتِ مطلق ست منزہ و مقدس ست کہ بایں تمثیل وتنظیر نمایند۔ (مدارج النبوۃ، باب سوم، ص ۷۳)

ترجمہ: اہل تحقیق کے نزدیک ان کلمات سے مراد وہ فضائل وکمالات، حقائق ومعارف ہیں جو کہ حضرت رب ذو الجلال والاکرام نے خاصانِ بارگاہ خود از انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام خصوصاً سید الانبیاء، سند الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر افاضہ فرمائے۔ ورنہ جو کچھ کہ صفت حق اور شانِ ذات مطلق ہے، وہ تو اتنی منزہ اور مقدس ہے کہ تمثیل اور تشبیہ کی مجال وہاں نہیں ہے۔

جب آیت ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً﴾۔ ترجمہ: اور تم لوگ (روح کے بارے میں) علم قلیل دیئے گئے ہو، نازل ہوئی تو یہودیوں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ما اعجب شانک ساعةً تقول ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيراً

کبیرا، وساعة تقول هذا سو جواباً اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں، یہود اور مشرکین کے طعنۂ قلتِ علمی کو مسترد کرتے ہوئے مذکورہ بالا دونوں آیات نازل فرمائیں، جن کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی شان یہ ہے کہ وہ غیر متناہی ہیں، اس سے یہود پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ان لامحدود اور لامعدود کلمات الٰہیہ سے جو فضائل، کمالات، علوم، حقائق، معارف، معانی اور مفاہیم حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل حاصل ہو رہے ہیں۔ ان کو ضبط شمار میں یا حیطۂ خیال میں لانا بھی کسی مخلوق کی گنجائش سے وراء الوراء ہے، کیونکہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اور برکاتِ علم جو کہ تنزیل کلمات الٰہیہ غیر متناہیہ سے پھوٹ رہے ہیں وہ بھی تو ہر آن اور ہر لحہ رو بہ ترقی اور رو بہ اضافہ ہی ہیں۔ لہٰذا نزولِ علوم قرآنیہ جاری اور ازدیادِ علمِ نبوی ساری ہے۔ سو اس کا تقابل تورات سے کرنا جو کہ خود قید اختتام کے ساتھ ساتھ، قید اختصار کے ساتھ بھی مقید ہے۔ قطعاً خلاف انصاف ہے۔ تقابلِ تورات بہ قرآن اور تقابل موسیٰ علیہ السلام بہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کرنا، قوم یہود کیلئے تجہیل اور تشنیع کا موجب اور مجوّز ہے، باقی رہا یہودیوں کا یہ خیالِ خام کہ نزول تورات کے ساتھ ہی کلمات الٰہیہ غیر متناہیہ کا خاتمہ ہو گیا ہے، حقیقت ظاہرہ، قاہرہ، مرئیہ، ثابتہ، بینہ کی تکذیب ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کلمات الٰہیہ لا نہایۃ ہیں تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ان کے فیوضات، تاثیرات اور برکات بھی، بوجہ آخری نبی ہونے کے، (علی التقریب) لامحدود ہی ہیں، جب اس ذات جلّ جلالہٗ وعم نوالہٗ کا خزانہ بے عدّ اور بے حدّ ہے تو اس کی نوازشات بھی اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جبکہ وہ خاتم النبیین بھی ہیں، بے حصر اور بے قصر ہی ہیں۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کا یہی سب لباب ہے، آپ کی تفسیر بطنِ آیت ہے، جیسا کہ فرمان ہے ﴿ولکلِّ آیۃٍ ظھرٌ وبطنٌ﴾۔

قال الطیب: اور ہلاس سونگھتے وقت عوام کو کہتے ہیں کہ ہمارا یہ ہلاس سونگھنا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو رہا ہے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ ہلاس سونگھنا تو درکنار ہمارے دلوں کا سب حال بھی آنحضور صلعم کو معلوم ہے، سو وہ محض غلطی پر ہیں کیوں کہ جب آنجناب کو قادر ذو الجلال کا یہ ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ تو کہہ دے، لا اعلم الغیب یعنی میں نہیں جانتا غیب کی بات جس طرح پہلی اور تیسری آیت سے ظاہر ہے سو

یہ عقیدہ حقہ کے حق ہونے پر ایسا کافی ثبوت ہے کہ جس کے خلاف قرآن مجید اور احادیث شریفہ اور فقہ متبرکہ میں پایا جانا ناممکن ہے اور اسی وجہ سے مخالف لوگ کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتے کہ جس میں علم کا لفظ غیب کے لفظ سے ملا کر اس کا اثبات آنحضرتؐ کے واسطے کیا گیا ہو۔

اقول: ان بھائیوں سے پوچھیں کہ جب اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللَّـهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ کے مطابق ہر شئی پر قادر ہے تو پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاس سونگھنے پر کیوں مطلع نہیں کر سکتا؟ حالانکہ ہلاس سونگھنا غیب اضافی ہی ہے، اور غیب اضافی کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں دلائل وبراہین کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی شخص کے ہلاس سونگھنے پر مطلع ہونا کسی قباحت شرعیہ یا کسی استحالۂ عقلیہ کو مستلزم نہیں۔

اور جو آپ نے لکھا ہے کہ آنجنابؐ کا دلوں کا حال پر مطلع ہو جانا غلط ہے اور آپ لا اعلم الغیب کے ترجمہ کو دلیل بناتے ہو، حالانکہ آپ نے خود ہی شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس کلام کو نقل کیا ہے:۔

پس اومی شناسد گناہانِ شمارا و درجات ایمانِ شمارا واخلاص ونفاقِ شمارا۔ الخ	ترجمہ: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں کو، تمہارے درجات ایمان کو، تمہارے اخلاص کو اور تمہارے نفاق کو۔

اور خطیب قسطلانیؒ کا کلام مواہب لدنیہ میں بھی اس کی تائید کرتا ہے ان کی اصل عبارت اس طرح ہے:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یَعْلَمُ احوال الأمة ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم.	ترجمہ: یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں امت کے احوال کو، انکی نیتوں کو، ان کے عزائم کو اور ان کے دلی کھٹکوں کو۔

اور ایسا ہی شیخ عبدالحق وغیرہم اور ایسا ہی مدارک التنزیل کے مندرجہ ذیل کلام سے واضح ہے

فجئنابک یا محمد علی هؤلاء ای امتک شهیدا حال ای شاهدا علی من آمن بالایمان وعلی من کفر بالکفر وعلی من نافق بالنفاق (النساء: ۴۱).

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو آپکی امت پر گواہ بنائیں گے، یعنی مؤمن کے ایمان پر، کافر کے کفر پر، اور منافق کے نفاق پر۔

اب آپ لوگ یا تو شاہ عبدالعزیز پر فتویٰ لگائیں کہ وہ قرآنی آیت کے منکر ہیں کیوں کہ درجاتِ ایمان اور اخلاص اور نفاق تو دلوں کے احوال ہیں۔

نیز خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ نے اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللّٰه کا مصداق ہو کر ایک شخص کے دل کا حال معلوم کر لیا اور انہیں بتا بھی دیا، امام غزالیؒ نے بھی احیاء العلوم میں فراست ایمانی کے بارے میں کافی تحریر فرمایا ہے۔

مؤمن کے دل کا نور تو ایسا ہے کہ عرش بریں تک رسائی رکھتا ہے بہشت اور دوزخ کے آئندہ حالات کو دیکھ لیتا ہے، دل کے احوال اس کے سامنے کیا چیز ہیں علامہ جلال الدین سیوطیؒ، البدور السافرہ میں طبرانی اور بزار سے روایت کرتے ہیں:۔

ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال کیف اصبحت یا حارثة قال اصبحتُ مومناً حقاً قال فان لکل حقٍ حقیقةً فما حقیقة ایمانک قال حذفتُ نفسی عن الدنیا، کانّی انظر الی عرش ربی بارزاً والی اهل الجنة فی الجنة یتزاورون والی اهل النار فی النار یتعادون فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انت مؤمنٌ نوّر اللّٰه قلبک وعرفتَ فالزم.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے حارثہ! تمہاری صبح کس کیفیت میں ہوئی؟ عرض کیا حضور! میری صبح مؤمن حقیقی کی کیفیت پر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو علائق دنیا سے کاٹ دیا، تو گویا عرش الٰہی کو ظاہراً دیکھا، نیز دیکھا کہ اہل جنت، جنت کے اندر ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں، اور اہل جہنم، جہنم کے اندر ایک دوسرے کی دشمنی میں مصروف ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مؤمن ہو، اللہ نے تمہارے دل کو منور اور باعرفان بنا دیا ہے، اسی کیفیت سے چمٹے رہو۔

جب مومن کے نور فراست کا یہ حال ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پوچھنا ہے؟ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ عقیدہ مذکورہ کے حق ہونے پر بیس کافی ثبوت ہے الخ سو عرض ہے کہ عقیدہ حقہ جو باعث تالیف میں آپ نے تحریر کیا ہے آیت شریفہ کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے، ثبوت اور کافی ثبوت تو خود رہا۔ ہاں اگر عقیدہ حقہ یہ قرار دیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات پر اطلاع نہیں دی گئی تب تو آپ لوگوں کے نزدیک نام نہاد ثبوت تو بن جائیگا مگر کافی پھر بھی نہ ہوگا کیونکہ آپ لوگ قائل ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب میں سے آگاہی دی گئی ہے جیسا کہ قبل ازیں مفصل طور پر گذر چکا ہے پھر آپ نے جو ترجمہ آیات شریفہ کا لکھا ہے اُس سے آپ کو جواب دینا لازم ہوگا اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مخالف لوگ کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکتے کہ جس میں علم کا لفظ غیب کے لفظ سے ملا کر اُس کا اثبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کیا گیا ہو، سو عرض ہے کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغیبات پر مطلع ہونا اس بات پر موقوف ہے جو آپ نے لکھی ہے تو آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب میں سے آگاہی دی گئی ہے، پھر آپ لوگوں نے اگر کسی آیت شریفہ میں علم کا لفظ غیب کے لفظ سے ملا ہوا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دیکھا ہے تو ہمیں بھی مطلع فرمائیں۔

توضیح مسئلہ کیلئے فقیر عرض کرتا ہے کہ گذشتہ اوراق میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ درج کی جا چکی ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیب اضافی کے علم کا اثبات بخوبی ہو جاتا ہے۔

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے پوچھیں کہ ہزارہا احکام شرعیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں سینکڑوں ثواب اور عقاب اور سینکڑوں حج اور صیام میں اور سینکڑوں نکاح، طلاق اور عتاق میں اور سینکڑوں مباحات اور منہیات میں اور سینکڑوں صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں اور سینکڑوں حدود اور قصاص اور میراث میں نیز سینکڑوں حالات قبر، حشر اور نشر کے اور سینکڑوں حالات یوم القیامت کے اور سینکڑوں نعم بہشت اور نقم دوزخ کے جن سے کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھرے ہوئے ہیں یہ سب مغیبات یعنی غیوب اضافیہ کے بیان میں ہیں پھر آپ لوگ اگر ان کے مغیبات ہونے کا انکار کریں تو یہ محض مکابرہ قبیحہ غیر مسموعہ ہوگا اور اگر اقرار کریں تو کہیں لفظ علم کا

غیب کے لفظ سے ملا ہو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کتاب اللہ کتب احادیث میں دکھا دیں۔

قال الطیب: پس وہ علم غیب کی نفی کی صریح آیات کو چھوڑ کر عوام الناس کو دھوکہ دینے کیلئے وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں مغالطہ دینے کی گنجائش ہو سکے جیسا کہ سورۃ بقرہ پارہ دوئم کے شروع میں موجود ہے ﴿وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾، ترجمہ: و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ مطلع ست بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود کہ کدام درجہ از دین من رسیدہ باشد و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی، محجوب ماندہ است کدام ست پس اوی شناسد گناہان شما را و درجات ایمان شما را و اعمال نیک و بد شما را و اخلاص و نفاق شمارا تا آخر عبارت تفسیری عزیزی۔

پس صاف ظاہر ہے کہ آیت کریمہ مذکورہ ہذا میں نہ علم کا لفظ مذکورہ ہے نہ علم غیب کا اور نہ کوئی ایسا لفظ پایا جاتا ہے کہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے علم غیب کا اثبات سمجھا جائے، صرف شہید کا لفظ مذکورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ قیامت کے دن اپنی امت کے عادل اور صادق ہونے کی گواہی دیں گے جیسا کہ جناب شیخ عبدالحق نے مشکوۃ شریف کی شرح فارسی کے باب الحساب والقصاص میں، تحت حدیث ابو سعید خدریؓ ﴿وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ پر تحریر فرمایا ہے و باشد پیغمبر شما بر شما گواہ، گواہی دادن ایشاں بر مردم چناں کہ گواہی دادن امتیاں بر قوم نوح کہ رسانید نوح علیہ السلام بشما آنچہ فرستادہ بروے از دین، و بودن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گواہ بر ایشاں چنانکہ در حدیث دیگراست کہ چوں امم انبیا علیہم السلام منکر شوند کہ کسے چیزے نہ رسانید پس انبیاء کرام امت محمدیہ را گواہ بگیرند وایشاں گواہی دہند و پرسیدہ شود ازیشاں کہ شما چہ دانید و از کجا گواہی دادید برایشاں، گویند کہ ما کتاب اللہ را ناطق یافتیم بداں پس گواہی دادیم بگواہی وے، پس ازاں امم انبیاء سخن در صدق و عدالت ایں امت کنند پس آنحضرت تعدیل وتزکیہ ایشاں کنند وگواہی دہند کہ ایشاں عادل وصادق اند۔

اور اسی طرح ہے بیان مفسر شاہ عبدالعزیزؒ کا جو کہ اس سے پہلے تحت آیت مذکورہ کے مرقوم ہو چکا ہے اور مفسر ممدوح نے جو یہ لکھا ہے کہ او مطلع ست بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی وقتاً

فوقتاً کشف حاصل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ آنجناب کو اپنے مقتدیوں کا حال کشفاً معلوم ہو جاتا تھا جیسا کہ نواب قطب دین نے مشکوۃ شریف کے ترجمہ مظاہر حق میں باب ما علی ماموم کی حدیث اراکم امامی ومن خلفی کے نیچے لکھا ہے اور اسی معنی کی مؤید ہے حدیث تعرض علی اعمال امتی یوم الاثنین والخمیس ورنہ یہ معنی مراد لینا کہ آنحضرتؐ کو ہر وقت ہر شئی کا حال معلوم ہوتا رہتا ہے آیات مذکورہ بالا اور احادیث مرقومہ در فصل دوم سے معارض اور مخالف ہے لہذا مفسرین اور فقہاء میں سے کسی نے یہ معنی مراد نہیں لیا صرف حاشیہ جمل میں بطور احتمال اس کو بیان کیا ہے اور احتمالی بات ظاہر ہے کہ ظنی ہوتی ہے یقینی نہیں ہوتی مگر مطلبی لوگ جنہوں نے دین کو اپنے مطلب اور اپنی خواہش کے مطابق کر رکھا ہے عام لوگوں کو مغالطہ دینے کی غرض سے حاشیہ جمل کا قول ذکر کرتے ہیں اور الزام کے خوف سے احتمال کا لفظ بیان نہیں کر سکتے۔

اقول: طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے پوچھیں کہ تمام احکام شرعیہ اور تمام حالات ماضیہ اور تمام حالات مستقبلہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیئے ہیں جن سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ بھرے ہوئے ہیں کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ان سب سے اطلاع علی المغیبات ثابت نہیں ہو سکتی؟ کیا علم الغیب کے لفظ کے وارد ہونے کی حاجت ابھی باقی ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے **وعلمک مالم تکن تعلم**، جلالین میں لکھا ہے:

وعلمک مالم تکن تعلم من الاحکام والغیب.	ترجمہ: اور اللہ نے آپکو سکھایا وہ جو آپ نہیں جانتے تھے یعنی احکام اور غیب۔

اور مدارک التنزیل میں لکھا ہے:۔

وعلمک مالم تکن تعلم من امور الدین والشرائع او من خفیات الأمور وضمائر القلوب (النساء۔ آیت ۱۱۳)	ترجمہ وعلمک مالم تکن سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین وشریعت کے امور سکھائے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوشیدہ امور اور دلوں کے بھید بتلا دیئے۔

اور بیضاوی میں لکھا ہے:۔

من خفیات الأمور أو من أمور الدین والاحکام (سورۃ النساء: آیت ۱۱۳)

ترجمہ: اللہ نے آپ کو سکھائے پوشیدہ امور یا امور دین اور احکام۔

اس میں شک نہیں کہ امور دین اور شرائع اور احکام اور ضمائر قلوب سب اضافی غیوب یعنی مغیبات ہیں، واضح ہو کہ لفظ او کا مدارک اور بیضاوی میں منع خلو کے واسطے ہے جیسے کہ جلالین کی کلام دلالت کرتی ہے، کیونکہ انہوں نے الاحکام اور الغیب کو جمع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کہ علام الغیوب ہے، وعلمک مالم تکن تعلم کے بعد فرمایا وکان فضل اللہ علیک عظیماً، جو اس امر کی تصریح خاص ہے کہ اس نے نبی کو جو علوم تعلیم فرمائے ہیں وہ اس کے فضلِ عظیم کا شاہکار ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

﴿وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء فآمنوا بالله ورسوله﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۷۹)۔

ترجمہ اور اللہ تم لوگوں کو غیب پر اطلاع نہیں بخشنے کا۔ البتہ اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جنہیں وہ چاہتا ہے (کہ انہیں اضافی غیب کا علم تام دے) پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔

بیضاوی میں لکھا ہے:۔

روی ان الکفرة قالوا ان کان محمدٌ صلی اللہ علیه وسلم صادقاً فلیخبرنا من یؤمن باللہ ومن یکفر فنزلت. وعن السدیؒ انه صلی اللہ علیه وسلم قال عرضتْ علی امتی واُعلمتُ من یؤمن بی ومن یکفر بی فقال المنافقون انه یزعم انّه یعرف من یؤمن به ومن یکفر ونحن معه ولا یعرفنا فنزلت. (آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ: روایت ہے کہ کفار نے کہا کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو بتائیں کہ کون ایمان قبول کرے گا اور کون کفر اختیار کرے گا؟ تو آیت ﴿وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء﴾، نازل ہوئی۔

حضرت سدیؒ راوی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت میرے سامنے پیش کی گئی اور مجھے بتلایا گیا جو جو مجھ پر ایمان لائے گا اور جو کفر کرے گا، اس پر منافقین

کہنے لگے کہ حضرت محمدؐ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مؤمن اور کافر کو جانتے ہیں، حالانکہ ہمیں تو پہچانتے نہیں (کہ ہم منافق ہیں) تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

اور مولانا عصام الدین نے بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے:۔

مناسبة هذه الآية برد قولهم انّ الرسول یجتبیٰ بالاطلاع علی الغیب ولکن لیس له ان یشارک غیرهٗ معهٗ فی هذا العلم الا باذن اللہ فی ما یاذنه فهو یعرف کفرکم ولا یظهرُ لاجتبائه بتلک المعرفة.

ترجمہ: اس آیت سے منافقین کے قول کی تردید یوں ہو رہی ہے کہ وہ رسول جنہیں اللہ نے اطلاع غیب کیلئے چن لیا ہے، انہیں اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کو اس اطلاع میں شریک کریں سو وہ اس علم غیب میں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو شامل کرنے کے مجاز نہیں ہیں، چنانچہ رسول اللہؐ تو منافقین کو جانتے ہیں لیکن برملا اس کا اظہار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ منافقین کے علم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

واضح رہے کہ بعد ازاں جب منافقوں کا اصرار حد سے بڑھا تو آنحضرتؐ نے اللہ کے اذن سے ان لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا اور بار بار فرماتے رہے سلونی، سلونی۔

پھر یہ بھی وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام منافقین کی نشان دہی کا امر فرما دیا۔

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ آپ جو کہتے ہیں اور نہ کوئی ایسا لفظ پایا جاتا ہے کہ جس سے آنحضرتؐ کے واسطے علم غیب کا اثبات کیا جائے، صرف شہید کا لفظ مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے الخ۔

حالانکہ لفظ ﴿ويكون الرسول عليكم شهيدا﴾ کا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اطلاع علی المغیبات کو بہت عمدہ طور پر ثابت کر رہا ہے۔ کیوں کہ یہ شہادت تزکیہ کی ہے پس یہ آیت عبارۃ النص کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ

وسلم اپنی امت کی مزکی ہوں گے اور مزکی ہونا بدوں مشاہدہ احوال مزکی کے غیر ممکن ہے پس یہ آیت شریفہ اقتضاء النص کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے احوال کو مشاہدہ کر رہے ہیں بلکہ اپنی امت کے احوال کو تا ادائے شہادت یاد بھی رکھنے والے ہیں علامہ بیضاویؒ کی عبارت اور مولانا عصام الدین کی عبارت حاشیہ بیضاوی شریف میں اسی مقصود کو ادا کر رہی ہیں۔ عبارت بیضاوی کی یہ ہے:۔

فیؤتی بمحمدٍ فیسئل عن حالِ امتہ فیشہد بعدالتہم وھذہ الشہادۃ لہم لکن لمّا کان الرسول کالرقیب المہیمن علی امتہ عدّی بعلی (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: پس حضرت محمدؐ کو لایا جائے گا اور آپ سے آپ کی امت کے حال کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، پس آپ انکے عادل ہونے کی شہادت دیں گے، یہ شہادت اگرچہ امت کے حق میں ہو گی لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے اوپر نگہبان اور نگران ہیں اس لئے ”علی“ کا حرف استعمال کیا گیا ہے۔

اور عبارت مولانا عصام الدینؒ کی یہ ہے:۔

عدّی بعلی ای علیکم شہیدًا و الشہید یتضمن معنی الرقیب فعدّی تعدیتہ لأن ھذہ الشہادۃ تزکیۃٌ وَالْمُزَکِّیْ لا بدّ اَنْ یکون مراقباً علی احوال الْمُزَکِّیْ فإذا شہد عنہ الرشد و الصلاح یشہد بعدالتہ ویزکیہ

ترجمہ: یہاں ”علی“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہاں شہید کا لفظ نگہبان اور نگران کے معنی پر مشتمل ہے، اس گواہی کا مقصد دراصل تزکیہ کرنا ہے، تو گواہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام احوال پر نگاہ رکھنے والا ہو، سو جب وہ کسی کی نیک چلنی کو ملاحظہ کریگا، تب ہی اس کے عادل ہونے کی گواہی دے گا اور اس کا تزکیہ کرے گا۔

اسی واسطے شاہ عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے کہ او مطلع ست بنور نبوت الخ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت کی بدولت مطلع ہیں الخ اور اسی لئے علامہ قسطلانیؒ نے المواہب میں لکھا ہے:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم احوال الأمۃ و نیاتہم وعزامہم وخواطرھم.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے احوال، انکی نیتیں، ان کے عزائم اور ان کے دل کھٹکوں کو جانتے ہیں۔

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے کہیں کہ آپ خود اقرار کر چکے ہیں کہ لفظ شہید کا یہ مطلب ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی امت کے عادل اور صادق ہونے کی گواہی دیں گے، جبکہ کسی کے عادل ہونے کی گواہی وہ شخص دے سکتا ہے جو اس کے احوال سے پورا واقف ہوتا ہے اور یہ شہادت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی سنائی نہیں ہو سکتی کیونکہ سنی سنائی گواہی سے تزکیہ گواہ کا نہیں ہو سکتا، جبکہ مفسرین کرام نے تزکیہ کی تصریح کی ہے۔

خاص طور پر اس آیت شریفہ میں لفظ علیکم کا اقتضاء النص کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ یہ شہادت مشاہدہ کی ہے سنی سنائی نہیں ہے جیسے کہ عبارت بیضاوی میں اور عبارت مولانا عصام الدین میں وضاحت سے مرقوم ہوا اور اسی مطلب کو مدارک کی عبارت ادا کر رہی ہے چنانچہ اس میں لکھا ہے:۔

روی انّ الامم یوم القیامۃ یجحدون تبلیغ الانبیاء فیطالبُ اللّٰہ الأنبیاء بالبیّنۃ علی انہم قد بلّغوا، وھو اعلم، فیؤتی بأمۃ محمدٍ فیشہدون ------------- فیؤتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیُسألُ عنْ حالِ اُمّتِہٖ فیزکیہم ویَشْہَدُ بِعَدالتِہِمْ والشہادۃ قد تکون بلا مُشاھَدَۃٍ کالشہادۃ بالتسامع فی الأشیاء المعروفۃ، ولمّا کان الشہید کالرقیب جیئی بکلمۃ الاستعلاءِ کقولہ تعالی کنتَ انتَ الرقیبَ علیہم انتھی. (مدارک سورۃ البقرۃ: آیت ۱۴۳).

ترجمہ: روایت ہے کہ قیامت کے دن، امتیں، انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گی، اللہ تعالیٰ انبیاء سے تبلیغ کا ثبوت مانگیں گے، پس امت محمدیہ انبیاء کے حق میں گواہی دے گی۔ --------- پھر حضرت محمدؐ سے انکی امت کے بارے میں دریافت کیا جائیگا آپ انکو پاک اور عادل قرار دیں گے کبھی کبھی گواہی بغیر مشاہدہ کے ہوتی ہے، جیسا کہ معروف اشیاء کے بارے میں صرف سن کر گواہی دے دینا، لیکن یہاں چونکہ گواہ نگہبان اور نگران کے معنی میں ہے اس لئے لفظ ”علی“ استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ آیت ﴿کنت انت الرقیب علیہم﴾ میں ہے۔

(اس لئے یہ شہادت مبنی بر مشاہدہ ہے)۔

جناب طیب صاحب! آپ ان چالاک بھائیوں سے پوچھیں کہ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ "او مطلع ست بنور نبوت الخ کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت کو کبھی کبھی وقتاً فوقتاً کشف ہوتا رہتا ہے"۔ آپ لوگ یہ تو بتائیں کہ شاہ عبد العزیز کی عبارت کا کون سا لفظ "کبھی کبھی" پر دلالت کر رہا ہے؟ اور یہ دلالت کون سی ہے؟ آیا مطابقی ہے یا تضمنی ہے یا التزامی ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ جب موجب اطلاع کا نور نبوت ہے تو کیا آپ لوگوں کے نزدیک نور نبوت بھی عیاذاً باللہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی چھین لیا جاتا ہے؟

اور آپ نے جو یہ کہا ہے کہ اسی معنی کی مؤید ہے حدیث تعرض علی اعمال امتی الخ۔ جناب طیب صاحب کچھ تو آپ بھی غور فرمائیں، جو کچھ وہ چالاک بھائی کہہ دیتے ہیں آپ بلا تأمل آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں، ذرا تعصب کو دور کر کے غور کریں کہ "او مطلع ست بنور نبوت" کا کیا معنی ہے؟ اور "تعرض علی اعمال امتی" کا کیا معنی ہے؟ اور کبھی کبھی وقتاً فوقتاً کشف حاصل ہوتا رہتا ہے کا کیا معنی ہے؟ جب آپ غور کریں گے تو خود بخود یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے احوال، نیات اور واردات قلبیہ کا مشاہدہ کرنا ایک امر ہے اور ملائکہ کی طرف سے اعمال امت کی روئیداد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بارگاہ میں پیش کرنا امر دیگر ہے۔ خاتم المحدثین حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب میں علماء امت کا اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے، لکھتے ہیں:۔

قد اجمعوا علی أنّہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیٌّ علی الدوام ویرزق فی قبرہ وان جسدہٗ الشریف لا یاکلہ الأرضُ وان روحہٗ القدسیۃ لما تجردت عن العلائق البدنیۃ الدنیویۃ صار لھا قوۃ الاتصال بالملأ الأعلی و ارتفع جمیع حجبھا فیریٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما یصل إلیہ من الأمۃ من سلامٍ وصلوۃٍ وغیرھما کالمشاھد وتبلیغ الملک مع ذلک انما ھو لمزید التکریم والتشریف انتھیٰ۔

ترجمہ: اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ آنحضرتؐ، حیات دائمی سے متصف ہیں، آپ کو قبر انور میں رزق دیا جاتا ہے، آپ کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی، جب آپ کی روح قدسی عوارض بدنی دنیاوی سے علیحدہ ہوئی تو اسے ملأ اعلیٰ کے ساتھ اتصال کی قوت حاصل ہوگئی، اور تمام حجابات اٹھ گئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے درود وسلام اور دیگر سب کچھ خود ہی مشاہدہ فرماتے ہیں اسکے باوجود فرشتوں کا پہونچانا، مزید تکریم اور تشریف کیلئے ہوتا ہے۔

اور یہ جو کہا ہے "کہ آیت مذکورہ بالا اور احادیث مرقومہ در فصل دوئم سے معارض اور مخالف ہے"۔ تو عرض یہ ہے کہ آیات مرقومہ بالا کو کچھ تعارض اور تخالف نہیں اس امر سے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات یعنی غیوب اضافیہ پر اطلاع دی گئی ہے، تعارض اور تخالف کا قول ان چالاک بھائیوں کی محض دھوکہ بازی ہے، جیسے کہ فقیر مکمل تفصیلی دلائل کے ساتھ واضح کر چکا ہے اور احادیث مرقومہ در فصل دوم کا حال بھی فقیر عرض کرے گا، انشاء اللہ تعالیٰ اور ثابت کرے گا کہ یہ لوگ محض وہم کا شکار ہیں۔

اور یہ جو ان چالاک بھائیوں نے کہا ہے "لہٰذا مفسرین اور فقہاء میں سے کسی نے یہ مطلب نہیں لیا" الخ تو ان پر لازم ہے کہ کسی فقیہ کی کتاب کی عبارت تو دکھائیں کہ فقہاء نے اس آیت شریفہ کا کیا مطلب لیا ہے؟ جہاں تک مفسرین کی عبارت کا تعلق ہے تو وہ فقیر سے سنیئے، عبارت بیضاوی کی عصام الدین کی اور مدارک کی تو اوپر گذر چکی ہیں، عبارت معالم التنزیل کی یوں ہے:۔

ویکون الرسول مُعَدِّلاً وَمُزَکِّیاً لکم وَذٰلِکَ اَنَّ اللّٰہَ تعالیٰ یجمع الأولین والآخرین فی صعیدٍ واحدٍ ثم یقول لکفار الأمم الماضیۃ الم یأتکم نذیر فیکرون ویقولون ما جاءنا من بشیر ولا نذیر فیسئل اللّٰہ الأنبیاء علیہم السلام عن ذلک فیقولون کذبوا قد بلّغناھم فیسئلھم البینۃ وھو اعلم بھم اقامۃً للحجۃ فیؤتی بامۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیشھدون لھم انھم قد بلّغوا ۔ ۔ ۔ ۔ ثم یؤتی بمحمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیسئل عن حالِ اُمّتِہٖ فیزکیھم ویشھد بصدقھم (البقرۃ ۱۴۳)

ترجمہ: اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر گواہ ہوں گے اور تمہاری تعدیل اور تزکیہ کریں گے، یعنی اللہ تعالیٰ، اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کریں گے پھر پچھلی امتوں کے کفار سے، ڈر سنانے والوں کے بارے میں دریافت کریں گے، تو وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا، پھر اللہ تعالیٰ انبیاء سے اس بارے میں دریافت کریں گے، وہ حضرات کہیں گے کہ کفار نے جھوٹ بولا ہے، ہم نے انہیں تبلیغ کی تھی، پھر ان سے ثبوت مانگا جائے گا تو امت محمدیہ کو پیش کیا جائے گا، سو وہ گواہی دیں گے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ فرمائی تھی ـــــــ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کو لایا جائے گا اور ان سے ان کی امت کے بارے میں پوچھا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پاک قرار دیں گے اور ان کے صادق ہونے کی شہادت دیں گے۔

اور ایسا ہی تفسیر احمدی میں ہے جس کے آخر میں یہ عبارت ہے:۔

فیؤتی بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فیشھد بعد التھم وذلک قولہٗ تعالیٰ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وّجئنا بک علی ھؤلاء شھیداً وھذہ الشھادۃ وان کانت لھم لا علیھم لکن لما کان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کالرقیب المھیمن علیھم عدّی بعلیٰ، انتھی.	ترجمہ: پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا، آپ اپنی امت کے عادل ہونے کی گواہی دیں گے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿**فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیداً**﴾، یہ گواہی اگرچہ امت محمدیہ کے موافق ہوگی نہ کہ مخالف، لیکن چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نگہبان اور نگران ہیں اس لئے "**لھم**" کی بجائے "**علیھم**" فرمایا گیا ہے۔

اور آپ نے یہ جو کہا ہے کہ احتمالی بات شکی ہوتی ہے تو جناب طبیب صاحب! ان سے کہیں کہ (۱) احتمالی بات کے مرادِ کلام ہونے میں تو شک بعض مقام میں ہو سکتا ہے مگر وہ احتمالی بات ممکن الوقوع بلکہ محقق الوقوع یقیناً ہوا کرتی ہے، خصوصاً آیات قرآنیہ میں، ورنہ تو اس کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ (۲) مزید ایں کہ آپ تأمل تو کریں کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آیت قرآنیہ میں جو احتمال بیان کیا جائے تو وہ احتمال، شرک اور کفر پر منتج ہو؟ (۳) مزید در مزید ایں کہ تفسیر جمل آیت ہذا یعنی ﴿**وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْداً**﴾ میں تو "احتمال" کے لفظ کا نام ونشان بھی نہیں۔ پھر آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ عام لوگوں کو مغالطہ دینے کی غرض سے حاشیہ جمل کا قول ذکر کرتے ہیں اور الزام کے خوف سے احتمال کا لفظ بیان نہیں کرتے، اسکا جواب یہ ہے کہ حاشیہ جمل تو ہمارے شہر ملتان میں موجود ہے، آپ کسی ایسی کتاب کا نام لیتے جو ہندوستان میں موجود نہ ہوتی۔ تب بھی کچھ بات بن جاتی اور دھوکہ دہی طشت از بام نہ ہوتی۔ لیجئے صاحب! حاشیہ جمل موجود ہے، اس میں اس آیت شریفہ یعنی ﴿**وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْداً**﴾ کے معنی میں لفظ "احتمال" نکال کر دکھا دیں، واہ رے صاحب واہ! کیا خوب!

؎ چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

دھوکہ بازی اور مغالطہ دہی کی پوری پوری داد وصول کر کے پھر دوسروں کی پیشانی پر اس کا نشان دیتے ہو؟

اللھم احفظنا واخواننا من ھذہ الصنیعۃ القبیحۃ.

قال الطبیب: اسی طرح آیت ﴿**فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول**﴾، پڑھ پڑھ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب کی سب باتیں ظاہر کر دی ہیں، حالانکہ ان کا یہ قول مفسرین کی تفسیر کے سراسر خلاف ہے، چنانچہ علامہ نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مدارک میں لکھا ہے، "**الا من ارتضیٰ من رسول**" **ای الا رسولاً قد ارتضاہ بعلم بعض الغیب لیکون اخبارہٗ عن الغیب معجزۃً لہٗ فانہ یطلعہٗ علی غیبہ ماشاء، انتھی.**

اقول: جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں کو کہو کہ بنسبت علم الٰہی کے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بعض (ذرہ بھر) ہے۔ مگر یہ بعض بھی اتنا وسیع ہے کہ سب احوالِ امت یا سب وقائع دنیا تک محدود اور منحصر نہیں ہے، جیسا کہ آیات اور احادیث سے علم نبوی کی وسعت ثابت ہے بلکہ اس امر میں کوئی اشتباہ نہیں کہ لوح محفوظ پر جو کچھ قلم تقدیر نے لکھا وہ سارا کا سارا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وسیع کا صرف بعض ہے۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل اسلام کے متفقہ عقیدے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے ؎ **وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَم.**

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بوستان باب سوم میں فرمایا

؎ ولے اہل صورت کجا پے برند　　کہ ارباب معنی بملکے درند

؎ کہ گر آفتاب ست یک ذرہ نیست　　وگر ہفت دریا ست یک قطرہ نیست

علامہ بحر العلوم نے شرح مثنوی میں لکھا ہے "دل عالم کبیر ہے باعتبار معنی کے، صغیر ہے باعتبار صورت کے، اور جہان عالم صغیر ہے باعتبار معنی کے، کبیر ہے باعتبار صورت کے۔ جناب طبیب صاحب! بعض ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اتنا قلیل سمجھتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہ تھی، معاذ اللہ۔ (حوالہ کیلئے البراہین القاطعہ ملاحظہ ہو، تبلی)

قال الطبیب: علامہ ابو السعود حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: الا رسولاً ارتضاہ لاظهاره علی بعض غیوبه المتعلقة برسالته.

اقول: ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ علم دنیا اور آخرت کا بنسبت علم باری عز اسمہٗ کے بعض ہی ہے۔ لہذا لفظ "علی بعض غیوبه" کا مخالف نہ ہوگا۔ البتہ قول علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کا "المتعلقة بالرسالة" ظاہر کے اعتبار سے تو محلِ نظر ہے، کیونکہ لفظ "المتعلقة" ظاہر کے اعتبار سے صفت ہے اور لفظ "غیوبه" اس کا موصوف ہے، حالانکہ جو غیوب متعلقہ بالرسالت ہیں، ان تمام کے تمام پر "رسول" کو اطلاع ہونی ضروری ہے، ورنہ تو متعلق بالرسالۃ نہ رہیں گے۔

جناب طبیب صاحب! دیکھو، ان بھائیوں نے علامہ کی ادھوری عبارت نقل کی ہے، سو فقیر عرض کرتا ہے کہ اظہار الاحد علی الغیب اور اظہار الغیب لاحد میں فرق ہے۔ (۱) سو اظہار الاحد علی الغیب کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل شانہٗ اپنے بندے پر مغیبات (غیوب اضافیہ) کو یہ منکشف کر دیوے کہ وہ مغیبات اس کے آگے حاضر ہو جاویں اور اس بندے کو ان پر دسترس حاصل ہو جاوے جیسا کہ علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "فلا یطلع علی غیبه اطلاعاً کاملاً یتکشف به حلیة الحال انکشافاً تاماً موجباً لعین الیقین" اس کی وضاحت کر رہی ہے۔

اس کی مزید توضیح مسلم شریف، جلد ثانی، باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سوالہ کی مندرجہ ذیل حدیث نبوی کر رہی ہے۔ "اِنّی صُوِّرَتْ لِیَ الجنةُ والنارُ فرأیتُهما دُونَ هذا الحائط" (یہ عین الیقین ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت اور دوزخ کا معائنہ اور مشاہدہ کرایا گیا) یہ مشاہدہ اتنا قریبی تھا کہ جنت اور دوزخ سامنے والی دیوار کے فاصلہ پر نظر آ رہی تھیں۔ (۲) اور معنی اظہار الغیب لاحد، اعم ہے، خواہ موجب عین الیقین کا ہو یا نہ ہو بلکہ مفید علم الیقین کا یا ظن غالب کا ہو۔

جب آپ نے یہ سن لیا تو جواب علامہ ابو السعود کا خود ان کی اپنی عبارت سے حاصل ہو گیا، یعنی خود علامہ کی اپنی عبارت کی رو سے "وقت قیام الساعۃ" کا ایسا علم کامل جو موجب انکشاف تام اور موجب عین الیقین (معائنہ ومشاہدہ) کا ہو، اس وقت تک ابو السعودؒ کے نزدیک، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا، سو اس سے واضح ہو گیا کہ ان کی یہ بات مستلزم نفی مطلق "علم" وقت قیام الساعۃ کی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ احادیث دال

ہیں بر "علم" وقت قیام الساعۃ برائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ انشاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر یہ فقیر انہیں مفصلاً بیان کرے گا۔

جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں کو حاشیہ پر جو تفسیر علامہ ابو السعود کی تھی، اس میں سے تھوڑا سا لفظ جو بادی النظر میں ان کو مفید تھا، نظر آ گیا، لیکن جو اصل تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی بیچ میں تھی، وہ ان کو نظر نہ آ سکی۔ غیر فقیر خود ہی اس کا متعلقہ حصہ نقل کر دیتا ہے، وہ یہ ہے: "وعندی انّ الآیة لا دلالة فیها علی شیءٍ مما قالوه، والذی یدل علیه ان قوله "علی غیبه" لیس فیه معنی عموم، فیکفی فی العمل بمقتضاه ان لا یُظهر تعالی خلقه علی غیبٍ واحدٍ من غیوبه فنحمله (ای غیباً واحداً) علی وقت وقوع القیامة، فیکون المرادُ من الآیة انّه تعالی لا یُظهرُ هذا الغیبَ (ای وقت وقوع القیامة) لاحدٍ، فلا یبقی فی الآیة دلالةٌ علی انّه تعالی لا یُظهرُ شیئاً من الغیوب لِاحَدٍ، انتهی.

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ "علی غیبه" میں عموم نہیں ہے لہذا اگر اللہ تعالیٰ صرف ایک غیب مثلاً "وقوع قیامت کا وقت" کسی شخص (غیر رسول مرتضیٰ) پر منکشف نہ کرے اور باقی غیوب منکشف کر دے تو اس صورت میں بھی فرمان الٰہی "فلا یُظهِرُ علی غیبه احداً" درست ہوگا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ جب امر منتفی در آیت فلا یظهر علی غیبه احداً میں ایک غیب (مثلاً وقوع قیامت کے وقت) کا اظہار وانکشاف (برائے غیر رسول مرتضیٰ) ہے، جو کہ مستثنیٰ منہ ہے، تو وہ رسول مرتضیٰ کیلئے لا محالہ ثابت ہوگا، کیونکہ "مَنِ ارْتَضٰی مِن رَّسُوْلٍ" مستثنیٰ ہے اور قاعدہ ہے کہ جو چیز مستثنیٰ منہ سے نفی کی جاتی ہے، وہ مستثنیٰ کیلئے ثابت کی جاتی ہے۔

سیاق آیت رسول مرتضیٰ کی فوقیت ثابت کرنے کیلئے ہے، لہٰذا اگر رسول مرتضیٰ پر بھی وہ ایک غیب (مثلاً وقوع قیامت کا وقت) منکشف ہونے سے رہ جاتا ہے تو رسولؐ کی فوقیت کیسے ثابت ہوگی؟ جبکہ آیت ہذا کا مقصد ہی یہ ہے کہ غیر رسول کے علم سے رسولؐ کے علم کو برتر واعلیٰ قرار دیا جائے۔

امام رازیؒ کی اس ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر رسول پر وقوع قیامت کا وقت منکشف نہیں ہوتا جبکہ رسول مرتضیٰ پر یہ منکشف کیا جاتا ہے۔ فالحمد للہ۔

قال تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے "الا من ارتضی من رسول" ترجمہ مگر کسے کہ پسند می کند واں کس رسولے باشد خواہ از جنس ملک مثل جبریل علیہ السلام وخواہ از جنس بشر چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وموسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ اورا اظہار بر بعض غیوبہ خاصۂ خود مے فرماید تا آں غیوب بمکلفین برساند۔

اقول: جناب طبیب صاحب! ان بھائیوں سے کہو کہ علامہ ابو السعود نے "ماسوائے عین وقت قیام الساعۃ" کے باقی سب مغیبات پر اطلاع، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بتلا دی ہے۔ (جبکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو السعود کی "ماسوائے وقت قیام الساعۃ" کی بات کو اڑا دیا ہے) سو اب پہلے تو ابو السعود پر فتویٰ لگاؤ کہ تمہارے ترجمہ بابت آیت "لا علم الغیب" کے منکر ہیں، پھر شاہ عبد العزیز پر فتویٰ لگاؤ، کیونکہ وہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں کیونکہ تم نے علم غیب (بغیر تفریق غیب مطلق اور غیب اضافی) کو خاصۂ خدا کہا تھا اور اسے عقیدہ حقہ ٹھہرایا تھا۔ شاہ صاحب نے اسے جڑ سے اکھیڑ ڈالا، یعنی آپ لوگوں نے جس کو "لا یوجد فی غیرہ" کہا تھا شاہ صاحبؒ نے اس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلکہ دوسروں میں بھی مثل جبریلؑ اور موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں، بلکہ مکلفین میں بھی اس خاصہ کو موجود قرار دے دیا، اب شاہ عبد العزیز پر جو چاہو فتویٰ لگا دو، اسی طرح امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی فتویٰ داغو، کیونکہ انہوں نے تو "عین وقت قیام الساعۃ" کے انکشاف تام موجب عین الیقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت مان لیا۔

قال الطبیب: بیضاوی نے آیت کریمہ ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ کے معنی میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب پر تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، یہ خطاب کیا ہم لوگوں کو ہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا "بل نَحْنُ وَ اَنْتُمْ" یعنی ہم تم سب کو۔

اقول: جناب طبیب صاحب! دیکھ لو کہ آپکے یہ بھائی کتنے چالاک اور دھوکہ باز ہیں، اس آیت ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ میں خطاب، کفار کی طرف تھا، جو کہ روح کے بارے میں سوال اٹھانے والے تھے۔ چنانچہ کفار سائلین نے اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے یہ پوچھا تھا کہ آیا اس خطاب سے صرف ہم کفار ہی مختص ہیں؟ جیسا کہ بیضاوی کا ما قبل اور ما بعد صاف دلالت کر رہا

ہے کہ پوچھنے والے کفار تھے نہ کہ صحابہ کرام تو ان کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا بلکہ ہم (ملتِ اسلامیہ، امتِ محمدیہ) اور تم (کفار ومشرکین) سب اس میں شامل ہیں، ان چالاک بھائیوں نے کفار کی جگہ صحابہ لکھ مارا۔

افسوس! کہ ان چالاک لوگوں کا یہ فہم اور جرأت ہے کہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی قلتِ علم اور آپ کا جہل ثابت کر رہے ہیں، نعوذ باللہ من ہذہ الجرأۃ، استغفر اللہ۔

آیت ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ کے نزول کے بعد یہود نے کہا "ما اعجب شانک، ساعۃً تقول ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا، وساعۃً تقول ھذا" پس مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ ...﴾ اس کے شانِ نزول میں محققین نے فرمایا ہے کہ کلمات اللہ سے اس آیت میں، اور کلمات ربی سے آیت ﴿قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي﴾ میں، مراد وہ حقائق و معارف ہیں جو ذات پاک حق جل شانہ وعم نوالہ نے اپنے محبوب کریم سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر افاضہ فرمائے ہیں، جیسے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کا کلام مفصلاً پہلے گذر چکا ہے۔

قال الطبیب تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری میں زیر آیت ﴿ولو کنت اعلم الغیب﴾ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل اور اس کا علم محیط ہے، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت کم ہے اور علم محیط نہیں ہے۔

اقول: اہل السنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت، علم اور اسی طرح جملہ صفات کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، علم اور دیگر صفات سے نہیں ہو سکتا، اگر تفہیم مسئلہ کیلئے مقابلہ کیا جائے تو حق یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا علم سات سمندروں سے سمجھایا جائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایک قطرہ سے سمجھا جائے گا۔

البتہ جہاں تک نبوی صفات کی وسعت فی نفسہٖ اور ان کی کاملیت فی ذاتہٖ کا تعلق ہے تو عقل انسانی کی مجال نہیں ہے کہ وہ کمالات نبوت کا احصاء کر سکے یا ان کی وسعت کو ناپ سکے۔

جناب طبیب صاحب! آپ ان چالاک بھائیوں سے فرمائیں کہ حضرت سلیمان

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا، طرفۃ العین (پلک جھپکنے) میں تخت بی بی بلقیس کا سینکڑوں کوسوں سے حاضر کر دیویں اور بعض اولیاء کرام کو وہ قدرت منجانب اللہ عطا کی جاوے کہ دریا کے اوپر سے گذر جاویں مگر قدم تر نہ ہو، اور دریا کے اوپر مصلےٰ بچھا کر چلے جاویں، نیز یہ فرشتہ فرو ماند ز سیر او، انہیں کی شان ہو اور ایسا ہی یک نعرہ کوہ را چو پر کنند، انہیں کی عظمت کا بیان ہو، نیز علوم اولیاء کا یہ حال کہ کافی کچھ لوح محفوظ پر مطلع ہوں، جب اولیاء کرام کا یہ حال ہو تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کا کیا پوچھنا؟ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ قوت عطا فرمائی کہ عصا مار کر دریا کو بارہ ٹکڑے کر دیا اور طمانچہ رسید کر کے حضرت عزرائیل علیہ السلام جیسے عظیم فرشتہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی، حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ قوت عطا فرمائی گئی کہ کہ اکمہ اور ابرص کو ساعتِ واحدہ میں تندرست اور خوبصورت بنا دیا۔ اسی طرح مردہ کو قم باذن اللہ کہہ کر پل بھر میں زندہ کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی عظیم الشان معجزات سے نوازا گیا، میرے اور آپ کے آقاء ومولیٰ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ شرف، عظمت، کرامت اور قوت عطا کی گئی کہ اس کے مظاہر لاتعد ولاتحصیٰ ہیں، مختصراً اینکہ رفتار کے وقت پتھر نرم ہو جائیں کہ پاؤں مبارک کو اذیت نہ پہنچے اور ریت سخت ہو جاوے تاکہ پاؤں مبارک دھنس نہ جاویں، نیز جب کسی درخت کو بلا بھیجیں تو برابر جڑوں کو کھینچتا ہوا چلا آوے اور جب چاند جیسے جرم علوی کی طرف انگشت مبارک کا اشارہ فرماویں تو دو ٹکڑے ہو جاوے اور آفتاب کو غروب کے وقت واپس پلٹا دیویں تاکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز پڑھ لیویں اور لیلۃ اسریٰ میں ہزاراں برس کی مسافت لمحہ میں طے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے گذر جاویں، جبکہ ملائکہ پیچھے رہ جائیں۔ بھلا صاحب! اس سے زیادہ کیا قوت چاہتے ہو؟ حالانکہ جسم منور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین سے عرش پر زمانہ قلیل میں پہنچ جاوے اور عرش بریں سے سیر کل سموات اور سیر جنت وغیرہا۔ نیز سیر کل طبقات زمین وغیرہ کر کے اقل قلیل زمانہ میں واپس آ کر اپنے خانہ منور کو مشرف فرماویں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وسیع کا وہ درجہ کہ تمام احکام شرعیہ جن کا شمار کرنا امر لا یطاق ہے، تمام حالات ما کان وما یکون کے حافظ ہوں، بلکہ درجہ ما نفدت کلمات اللہ کا آپ کو حاصل ہو۔

جناب طبیب صاحب! آپ اپنے بھائیوں سے پوچھو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی قوت اس درجہ کی کامل نیز علم اس درجہ کا شامل، پھر اب قصت فی نفسہ امر اور قصور فی نفس الامر مراد ہے؟ یا کہ بہ نسبت قدرت وعلم یزدی کے؟ اگر ثانی کہیں تو اس میں تو بحث ہی نہیں ہے، کسی نادان سے بھی پوچھو تو وہ بھی اس میں ذرہ بھر شک نہ کرے گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں کی مراد اول ہے، جیسا کہ یہود، مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ نے کہا تھا تو اس کا جواب خود خدائے پاک جل جلالہ وعم نوالہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات میں بارہا فرما چکے ہیں، لیکن جناب طبیب صاحب! بعض لوگوں کا کیا علاج ہے جو یہاں تک کہتے ہیں کہ آنحضرت کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہ تھی، معاذ اللہ ایسے لوگوں کی اصلاح کی بھی کچھ فکر کرو۔

قال الطبیب: پہلی حدیث عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم تحشرون حفاۃً عراۃً غرلاً ثم قرء کما بدأنا اول خلق نعیدہٗ الآیۃ فاول من یکسی یوم القیامۃ ابراھیم وانّ ناساً من اصحابی یؤخذ بھم ذات الشمال فاقول اصیحابی اصیحابی فیقال انھم لن یزالوا مرتدین علی اعقابھم مذ فارقتھم (وفی روایۃ اخری فاقول سحقاً سحقاً لِمنْ غیّرَ بعْدیْ، اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حالات سے بے خبر ہیں۔

اقول: جناب طبیب صاحب! اپنے بھائیوں سے پوچھو کہ کیا اس حدیث شریف کے تمام جملے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے علمِ غیب ثابت نہیں کر رہے؟ جبکہ اس کے ایک ایک لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب مستقبل کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں:۔

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد ۔۔۔ عیب نماید، ہنرش در نظر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی ظاہری میں جانتے ہیں کہ میری امت، دن قیامت کے پا برہنہ، ننگے بدن، بے ختنہ محشور ہوگی، یہ غیب کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور یہ بھی فاول من یکسی یوم القیامۃ ابراھیم، یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، یہ غیب کی بات نہیں تو کیا ہے؟ نیز یہ کہ یؤخذ بھم ذات الشمال، غیب کی بات نہیں تو کیا ہے؟ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ فلاں فلاں لوگ دین میں رد وبدل کریں گے، جیسا کہ لفظ اعرفھم دلالت کر رہا ہے، اور فرشتے مجھ کو یہ کلمہ انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔

نہیں تھے، جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو پہچانتے ہیں اور ان کا دین میں تبدیلیاں کرنا بھی جانتے ہیں تو پھر کونسا دقیقہ باقی رہ گیا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے اوجھل رہ گیا؟ اور اگر جب کوئی دقیقہ باقی رہ گیا ہے تو ان چالاک بھائیوں سے پوچھو کہ تم لوگ حدیث نبوی تعرض علی اعمال امتی یوم الاثنین والخمیس آہ۔

ترجمہ: میری امت کے احوال ہر سوموار اور ہر جمعرات کو میرے اوپر پیش کئے جاتے ہیں۔ کو مان چکے ہو اور اسے بالکل تسلیم کر چکے ہو تو پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دقیقہ کیونکر مخفی رہ گیا؟ اور یہ جو ان چالاک بھائیوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا بدعتی ہو جانا اور مرتد ہو جانا معلوم نہ تھا تو یہ بات اس حدیث کی رو سے غلط ہے کیونکہ یہ حدیث صاف صاف بتلا رہی ہے کہ ان لوگوں کا بدعتی اور مرتد ہونا آپ کو بخوبی معلوم تھا، تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام کو ان کے بارے میں پیشگی اطلاع دی ہے۔ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی اطلاع نہ دیتے تو تم لوگوں کو بھی معلوم نہ ہوتا، لہٰذا ان چالاک بھائیوں کا یہ دعویٰ غلط ہو گیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کا ہوتا تو ان کا بدعتی اور مرتد ہونا ضرور معلوم ہوتا، اب ہماری تقریر سے واضح ہو گیا کہ استثناء نقیض تالی کا باطل ہے تو نتیجہ بھی باطل ہوگا اور نتیجہ نقیض مقدم کی تھی جب نقیض مقدم کی باطل ہوئی تو مقدم ثابت ہوا۔

اور یہ جو ان لوگوں نے کہا ہے کہ اول اصحابی اصحابی کہنا پھر سحقا سحقا کہنا اس سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا احوال معلوم نہ تھا۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے صیغہ تصغیر (برائے تحقیر) استعمال فرمایا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا احوال معلوم نہ ہوتا تو ان کے لئے یہ صیغہ استعمال نہ فرماتے۔ جناب طبیب صاحب! آپ کے بھائیوں کی سمجھ الٹی ہے کیونکہ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے تھے کہ فلاں فلاں لوگ مرتد ہو جائیں گے اور حداث بدعت کریں گے اور یہ بھی جانتے تھے کہ میں یہ لفظ کہوں گا، پھر فرشتے مجھ کو یہ بات کہیں گے، پھر میں یہ لفظ کہوں گا، بھلا صاحب! وہ کونسی چیز ہے جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر ہیں؟

بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ چالاک بھائی خود تو غیب کی بات بتلا رہے ہیں اور غیب دان بنے بیٹھے ہیں مگر جس مظہر مغیبات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات سے

حبیب کی باتیں سن سن کر بیان کر رہے ہیں، ان سے اطلاع علی المغیبات (الغیوب شافیہ) کی نفی ثابت کرنے کی کوشش عبث کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع علی المغیبات حاصل نہیں ہے، واہ رے بھائیو! قربان ہو جاؤں، آپ کی چالاکی پر۔ ؎ چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

قال الطبیب: دوسری حدیث عن عمر بن الخطاب قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع علینا رجلٌ شدید بیاض الثیاب آہ اور صاف طور پر فرمایا کہ قیامت کا علم مجھے تجھ سے زیادہ نہیں یعنی جس طرح اس کے وقت کا پتہ تجھے نہیں ہے، اس طرح مجھے بھی نہیں ہے۔

اقول: ان چالاک بھائیوں سے پوچھو کہ یہ مراد اور نتیجہ یعنی جس طرح اس کے وقت کا پتہ تجھے نہیں ہے آہ کہاں سے نکالا ہے؟ اور کونسا لفظ ما المسئول عنہا باعلم من السائل میں سے آپ کی مراد اور نتیجہ پر دلالت کرتا ہے؟ بلکہ درحقیقت یہ لفظ تو بالمطابقت دلالت کرتا ہے نفی زیادۃ پر نہ کہ نفی نفس علم پر، اس لفظ سے تو صاف مفہوم ہو رہا ہے کہ علم الساعۃ دونوں یعنی سائل اور مسئول عنہا کو حاصل ہے مگر علم مسئول عنہ، علم سائل سے زیادہ نہیں، محاورۂ لغت عرب کا اسی پر دلالت کرتا ہے، جیسے کہ کہا جاوے کہ ما زیدٌ باعلم من عمرو، یہاں نفی زیادۃ کی مقصود ہوتی ہے نہ کہ نفی نفس علم کی، کاش آپ لوگ لغت عرب سیکھنے پر وقت لگاتے!

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں سے پوچھو کہ تمہارے نزدیک تو بندہ کے باطن کا حال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جانا، شرک کے زمرے میں آتا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرشتے جبریل کے باطن کا حال بتا دینا تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تمہارے نزدیک شرک ہوگا۔ تو پھر بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علی نبینا وعلیہ السلام کے باطن کا حال کیونکر بتا دیا؟

قال الطبیب: تیسری حدیث عن رافع ابن خدیجؓ قال قدم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهم یؤبرون النخل آہ۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نامعلوم امر کے معلوم کرنے میں اور ہر معلوم کی معلومیت قائم رکھنے میں محتاج الی اللہ ہیں۔

اقول: جناب طبیب صاحب! اپنے ان سادہ دماغ بھائیوں کو ذرا سمجھاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات محض اس لئے فرمائی کہ توکل جیسی صفت بلند پایہ

کی طرف متوجہ فرمائیں۔ جب کوئی بندۂ خدا، توکل کی اعلیٰ کیفیت سے متکیف ہو جاتا ہے تو اسباب کی تاثیر کی بجائے وہاں خدائے توکل کی تاثیر کارفرما ہو جاتی ہے، لیکن عمومی طور پر چونکہ یہ اسباب کا جہان ہے اسلئے بعد ازاں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تابیر کی اجازت بخشی، یہ امر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی نشان دہی کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت شکایت نقصان، ان لوگوں کی تسلی کے واسطے، اپنی جانب اس کو موڑ دیا، یہ آپ کی طرف سے کمال اظہار عبودیت تھا۔ اس میں نکتہ یہ تھا کہ ان لوگوں کی دل شکنی نہ ہو، اس امید پر کہ بالتدریج وصف توکل کی تلقین سے وہ لوگ اس مقام کو پالیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت فرماتے ہوئے، اسباب کے استعمال کی اجازت تو مرحمت فرما دی، ورنہ جب نقصان ہوا تھا تو اگر وہ لوگ اسے برداشت کر لیتے تو یقینا توکل کا نیک نتیجہ اور اس کی برکت آئندہ ضرور برآمد ہوتی۔ ارشاد قرآنی ہے ﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ ترجمہ: جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔ اس سال تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تابیر (پیوندکاری) سے محض اس لئے بھی منع فرمایا تھا کہ اس سال زیادہ پھل نہ آنے کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بے سود مشقت اٹھانے سے روک دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین اور آسمان کی پیدائش سے لیکر تادخول جنت سب حالات ماضیہ ومستقبلہ سے تو خوب خوب مطلع اور خبردار ہوں لیکن نزول وحی کی سہولت حاصل ہونے کے باوصف بھی اس چیز سے آگاہ نہ ہوں، یہ عقیدہ آپ ہی کو مبارک ہو' کسی نے بد اندیش کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:۔

در ہنرے داری وہفتاد عیب — دوست نہ بیند بجز آں یک ہنر
چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد — عیب نماید ہنرش در نظر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت علم کہ جس سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھرے ہوئے ہیں، افسوس کہ ان چالاک بھائیوں کی نظر ان پر نہ پڑی، صرف ایک چیز تابیر نخل پر نظر جا پڑی، اور یہ جو کہا کہ ہر وقت محتاج ہیں کہ اللہ ہیں۔ کسی وقت، خدا سے مستغنی نہیں، سو عرض ہے کہ کسی اہل اسلام سے پوچھو کہ

کوئی چیز کسی امر میں کسی وقت، خالق عالم سے مستغنی ہے؟ یہ آسمان جو مدت دراز سے پیدا ہوئے ہیں، اپنے دوام میں یا اپنے افعال میں آیا کسی وقت مستغنی ہو جاتے ہیں؟ ادنیٰ اہل اسلام بھی یہ بات نہ کہے گا، ایسی دھوکہ بازی کی باتیں بنا بنا کر آپ کو سناتے ہیں اور یہ جو کہا ہے کہ جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر وقت ہر شئی کو محیط ہے، سو عرض ہے کہ عوام کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ علم کے کیا معنی ہیں؟ آیا علم کا معنی حصول صورۃ الشئ فی العقل ہے؟ یا حاضر عند المدرک ہے؟ جو وہم، شک، ظن اور یقین سب کو شامل ہے، یا اذعان النسبۃ غیر قابل الزوال ہے؟ یا استحضار المسائل ہے؟ یا نفس المسائل ہے؟ یا ملکۃ الاستنباط ہے؟

اسی طرح عوام تو محیط کے معنی کو بھی نہیں جانتے، پھر ان عوام کی طرف نسبت اعتقاد کی کرنی جس کو وہ جانتے ہی نہیں، دھوکہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

ہاں اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر ہے (باطلاع اللہ تعالیٰ) تو البتہ درست ہے اور مان لینے کی بات ہے۔

جناب طبیب صاحب! آپ اپنے ان بھائیوں سے پوچھو کہ آپ جو اس پر شرک صریح کا فتویٰ لگا رہے ہو، تو ذرا یہ تو بتاؤ کہ یہ شرک صریح کس امر سے لازم آتا ہے؟

(۱) اگر "ہر وقت" سے لازم آتا ہے تو ہر وقت سے ہر وقت بعد النبوۃ مراد ہے؟ یا زمانہ ازلیہ، مگر زمانہ ازلیہ کا ارادہ تو خارج از امکان ہے، لہٰذا ہر وقت بعد النبوۃ ہی متعین بالمراد ہوا، اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم باللہ اور علم بصفات اللہ کا جو کہ علم غیب اور عین ایمان ہے۔ لگاتار، ہر وقت حاصل رہتا ہے؟ یا کہ کسی وقت میں زائل بھی ہو جاتا ہے، اگر دوسری شق کو اختیار کرو گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت مسلوب الایمان ہونا، العیاذ باللہ تعالیٰ، آپ لوگوں پر وارد ہوگا اور اگر شق اول کو اختیار کرو گے تو وہی تمہارا فتوائے شرک صریح تم پر عائد ہوگا۔

(۲) اور اگر "ہر شئی" سے وہ شرک لازم آتا ہے تو ہم جواباً کہتے ہیں کہ ہر شئی سے یہاں كُلُّ شيءٍ تعلَّق به مَشِيئَةُ اللهِ تعالىٰ اَنْ يَعْلَمَهُ النبيُّ صلى الله عليه وسلم مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا ولا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ، اسی طرح تخصیص لفظ کل شئ کی بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ جیسا کہ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، یعنی کل شيءٍ تعلَّق به مشيئة الله تعالىٰ.

(۳)　　اور اگر "محیط" سے لازم آتا ہے تو آیت مذکورہ کی تفسیر میں صاحب تفسیر حسینی نے لکھا ہے، "مگر بہ نچہ او خود کہ بداں محیط شوند" اب آپ لوگ اپنے معتمد علیہ مفسر پر شرک صریح کا فتویٰ لگائیں، نیز شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ پر بھی مشرک ہونے کا فتویٰ لگاؤ، کیونکہ انہوں نے مدارج النبوۃ کے خطبہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

الظاہر والباطن ، ظاہر است انوار او کہ تمام آفاق را در گرفتہ وعلم را روشن ساختہ است وہیچ ظہورے مثل ظہور وے، وہیچ نورے مثل نور وے، نیست، وباطن ست اسرار وے کہ ہیچ کس بدرک حقیقت حال وے راہ نبردہ و دور ونزدیک ہمہ در نظارۂ کمال وجمال وے حیران وخیرہ ماندہ۔ وہو بکل شئ علیم، ووے صلی اللہ علیہ وسلم دانا ست بر ہمہ چیز از شیونات الٰہی، واحکام وصفاتِ حق واسماء وافعال وآثار، وبجمیع علوم ظاہر وباطن اول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ، علیہ من الصلوات اکملہا ومن التحیات اتمہا وافضلہا۔	ترجمہ: ظاہر ہیں آں ذات کے انوار کہ تمام آفاق کو گھیر رکھا ہے، اور سارے عالم کو روشن کر رکھا ہے، اس کے ظہور جیسا کوئی ظہور نہیں اور اس کے نور جیسا کوئی نور نہیں، اس کے اسرار ایسے ہیں کہ کوئی شخص بھی کلی طور پر ان کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا، دور ونزدیک سب، نظارۂ کمال وجمال میں حیران اور خیرہ رہ گئے۔وہو بکل شئ علیم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں ہر چیز از قسم شیونات الٰہی، احکام، صفاتِ حق، اسماء، افعال، آثار اور تمام ظاہری اور باطنی علوم، اول آخر سب کا احاطہ فرما لیا اور مصداق فوق کل ذی علم علیم کے ہو گئے، علیہ من الصلوات اکملہا ومن التحیات اتمہا وافضلہا۔

قال الطیب: پانچویں حدیث وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت من اخبرک ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الخمس التی قال اللہ تعالیٰ ان عندہ علم الساعۃ فقد اعظم الفریۃ آہ، جو لوگ منبروں پر واعظ بن کر بے کھٹکے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے۔ بعض امور کے کشف یا وحی کی قید نہیں لگاتے، یہ حدیث ایسے لوگوں کو پوری پوری تنبیہ کر رہی ہے مگر وہ متنبہ نہیں ہوتے۔

اقول: طبیب صاحب! اپنے ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا تم نے خود جواب دے دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے اس قول سے تو یعلم الخمس بدون الکشف و بدون الوحی، مراد ہے، لہٰذا واعظ کا یہ قول کہ ان پانچ

چیزوں کا علم بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے، اسی پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ امور کا علم بالاستقلال اور ذاتی نہیں بلکہ بالوحی یا بالکشف ہے، کیونکہ جو چیز بالاستقلال اور ذاتی طور پر حاصل ہو اس کو "دی گئی" نہیں کہا جاتا۔ اپنے ان بھائیوں سے پوچھو کہ تم نے جو بعض کا لفظ بڑھایا ہے تو بتاؤ کہ پانچ میں سے وہ کون سا بعض ہے جو وحی یا کشف سے حاصل ہو گیا ہے اور وہ کونسا بعض ہے جو باقی رہ گیا ہے؟

جناب طبیب صاحب! علم الساعۃ کے بارے میں چند گذشتہ مقامات پر بحث ومباحثہ ہوتا آیا ہے، اور یہ فقیر بھی مسلسل دلائل شرعیہ پیش کرتا آیا ہے، اب یہ اخیر مقام ہے، اب یہ فقیر کچھ بات عرض کرنا چاہتا ہے، مگر آپ سوچ سمجھ کر اپنے چالاک بھائیوں سے مستفسر فرما دیں۔

ضروری بات یہ ہے کہ آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ میں الساعۃ کا لفظ واقع ہوا ہے، اور ایسے ہی حدیثِ عمر رضی اللہ عنہ میں فاخبرنی عن الساعۃ کا لفظ وارد ہوا ہے، سو اس بارے میں عرض ہے کہ:۔

(۱)　　اگر ساعت کے لفظ کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو پھر ان لوگوں کا استدلال صحیح نہیں ہوتا، کیونکہ کتاب اللہ اور کتب احادیث بھرے ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع ساعت (وقوع قیامت) کا علم دیا گیا ہے، اس وقت آیت مذکورہ کے یہ معنی ہوں گے کہ انّ اللہ عندہ علم الساعۃ بالاستقلال۔

(۲)　　اور اگر ساعت سے مجاز مراد لیا جائے یعنی انّ اللہ عندہ علم وقت الساعۃ تو امام بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے:۔

قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحدث إذ جاء اعرابی فقال متیٰ الساعۃ قال اذا أُضِیعَتِ الامانۃُ فانتظر الساعۃ قال کیف اضاعتہا قال اذا وُسّد الامرُ الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ.	ترجمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک بدو آیا اور کہا، قیامت کب ہو گی؟ آپ نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے، تو قیامت کا انتظار کرو، اس نے کہا کہ امانت کو ضائع کرنے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا، جب معاملات، نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو تم قیامت کا انتظار کرو۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت الساعة معلوم نہ ہوتا تو کہہ دیتے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ نیز امام بخاری کی یہ حدیث گذر چکی ہے۔

اخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ابتداء آفرینش سے لیکر، اہل جنت کے جنت میں اور اہل جہنم کے جہنم میں داخلے تک کے تمام حالات بتا دیئے۔

اور علامہ قسطلانیؒ سے اس حدیث کی تشریح سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے، اور مسلم سے مندرجہ ذیل حدیث بھی گذر چکی ہے:۔

عن حذیفةؓ قال اخبرنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بما هو کائن الی یوم القیمة۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ سب بتا دیا جو قیامت تک ہونے والا ہے۔

مذکورہ بالاحدیث میں تحدید الیٰ یوم القیامۃ کی، معلومیت وقت الساعۃ پر دلالت کرتی ہے۔

حافظ محی السنۃ بغویؒ نے معالم التنزیل میں مندرجہ ذیل حدیث بیان کی ہے:۔

عن أبی سعید الخدریؓ قال قام فینا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یومًا بعد العصر فما ترک شیئاً إلی یوم القیامة إلا ذکرہٗ فی مقامه ذلک حتی اذا کانت الشمس علی رؤس النخل واطراف الحیطان قال انه لم یبق من الدنیا فیما مضی منها إلا کما بقی من یومکم هذا۔ (البقرہ ۱۴۳)

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن، نماز عصر کے بعد خطبہ دیا، پس آپ نے قیامت تک پیش آنے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کا ذکر فرمایا، یہاں تک کہ جب دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے بالائی کناروں تک پہنچ گئی تو فرمایا کہ دنیا کا اتنا وقت باقی ہے جتنا کہ آج کے دن کا یہ وقت۔

مندرجہ ذیل حدیث صحاح میں مروی ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال انما أجلکم فیما خلا عن الأمم کما بین صلوة العصر إلی مغرب الشمس

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سابقہ امتوں کے بعد اب تمہاری میعاد اتنا وقت ہے جتنا کہ نماز عصر سے لیکر غروب آفتاب تک۔

مندرجہ ذیل حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بعثت انا والساعة کهاتین.

ترجمہ: میں اور قیامت یوں قریب قریب ہیں۔

امام مسلم نے ایک حدیث دجال کے حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فبیناهم کذلک إذ بعث اللّٰہ ریحاً طیبةً فتاخذهم تحت آباطهم فتقبض روح کل مؤمنٍ وکل مسلمٍ ویبقی شرار الناس یتهارجون فیها تهارج الحمر، فعلیهم تقوم الساعة

ترجمہ: تو وہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو انہیں بغلوں کے نیچے گرفت کرے گی، پس ہر مؤمن اور ہر مسلم کی روح پرواز کر جائے گی مگر شریر لوگ باقی بچ جائیں گے جو گدھوں کی طرح ہنگتے ہوں گے، ان پر قیامت قائم ہوگی۔

امام مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

قال سمعتها من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال فیبقی شرار الناس فی خفة الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفاً ولا ینکرون منکراً فیتمثل لهم الشیطان فیقول الا تستجیبون فیقولون فما تأمرنا فیأمرهم بعبادة الأوثان وهم فی ذلک، دارٌ رِزقُهم، حَسَنٌ عَیشُهُم، ثم ینفخ فی الصور فلا یَسمَعُهٗ احدٌ إلا اصغی لِیتاً و رَفَعَ لِیتاً قال وأول من یسمعهٗ رجلٌ یلُوطُ حَوضَ ابله قال فیصعق، ویصعق الناس ثم یرسل اللّٰہ أوقال ینزل اللّٰہ مطراً کانَّهُ الطَّلُّ أو الظِّلُّ، نعمانُ الشاکُّ، فَتَنبُتُ مِنهُ اجسادُ الناس ثُمَّ یُنفَخُ فیه اخری فاذاهم قیامٌ ینظرون.

ترجمہ: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شریر لوگ باقی بچ جائیں گے جو خفیف العقل پرندوں اور فقید الغیرت درندوں کی مانند ہوں گے، یہ لوگ نہ تو نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ ہی برائی کو برائی سمجھیں گے۔ پس شیطان بھیس بدل کر انہیں کہے گا، کیا تم لوگ میری بات نہیں مانو گے؟ وہ لوگ کہیں گے تمہارا کیا حکم ہے؟ سو وہ انہیں بتوں کی پرستش کا حکم دے گا چنانچہ وہ لوگ اسی میں مشغول ہو جائیں گے، خوب کھاتا پیتا ہوگا، اور زندگی بڑی دلکش ہوگی، پھر صور پھونکا جائے گا، جو بھی اسے سنے گا، اس کی گردن ڈھلک جائے گی، پہلا شخص جو صور کی آواز سنے گا وہ اس وقت اپنے اونٹ کے

حوض کی لپائی کر رہا ہوگا وہ بے ہوش ہو جائیگا دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ہلکی، مسلسل بارش برسائے گا، لوگوں کے اجسام اس سے اُگ آئیں گے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے البدور السافرۃ میں ابوداؤد اور نسائی وغیرہما سے یہ حدیث بیان کی ہے:

انّ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم علیہ السلام وفیہ قبض وفیہ نفخۃ الصور وفیہ الصعقۃ.	ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں، ایک دن، جمعہ کا ہے، اسمیں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی میں فوت ہوئے، اسی میں صور پھونکا جائیگا، اور اسی میں کڑک واقع ہوگی۔

نیز البدور السافرہ میں مندرجہ ذیل حدیث بیان کی گئی ہے:۔

اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال یَسِیْلُ وَادٍ من اصل العرش مِنْ مآءٍ فیما بین النفختین ومقدار ما بینھما اربعون یوماً.	ترجمہ: ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا، عرش کی جڑ سے ایک وادی بہے گی، دو نفخوں کی درمیانی مدت میں، یہ مدت چالیس دن کی ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام اشراط الساعۃ (علامات قیامت) پر مطلع ہونا اور قیامت کے بارے میں ہر چھوٹی بڑی بات سے مکمل طور پر باخبر ہونا اور نہایت باریک سے باریک تفصیلات سے آگاہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وقتِ قیامت سمیت، تمام امور متعلقہ بالساعۃ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جوکہ آخری نبی بھی ہیں واقف فرما دیا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ اول نفخہ صور کا فلاں شخص سنے گا اور اس شخص کی یہ کیفیت اور حالت ہوگی، جیسا کہ حدیث مسلم میں گذرا ہے، نیز نفخہ صور

سے پیشتر کے تفصیلی احوال، ذرہ بذرہ، مع مدت بین النفختین، تعیین کے ساتھ، اور دیگر سب کا سب بتا دیا ہے، تو پھر آپ لوگوں کا انکار پر ڈٹے رہنا سمجھ سے بالاتر ہے، اگر آپ ان تفصیلات کا مطالعہ کریں تو آپ مان جائیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت الساعۃ پر من جانب اللہ، اطلاع کر دی گئی تھی، مگر ضد کا کوئی علاج نہیں۔

کسی قدر احادیث اس فقیر نے بیان کر دی ہیں، تمام احادیث شریفہ کو بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا، اسلئے یہ فقیر اسی پر اکتفاء کرتا ہے، ورنہ فقیر کے پاس مزید احادیث مبارکہ کا وافر ذخیرہ دستیاب ہے۔

جناب طبیب صاحب! اپنے ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ تمہارے پیشوا جناب مولوی محمد صاحب لکھوکیاں والے نے اپنی کتاب احوال الاخرۃ میں جو لکھا ہے اس پر ذرا نظر ڈالیں کہ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ تھوڑے سے بیت یہ فقیر بھی سنا دیتا ہے

قحط ہوسی دو سال جگ اندر پیش ظہور دجالوں ۔۔۔ تریجے سال ہوسی جگ اندر وہ ندوکار دبالوں

پھر مولوی صاحب آگے جا کر لکھتے ہیں:۔

بادشاہی مہدی دی مدت، وچ حدیثاں آئی ۔۔۔ ست ورہے یا اٹھ یا نوں سال اسے ہائی

ظاہر وچ تطابق لکھیا، ست فراغوں ہوسی ۔۔۔ اٹھویں سال دجال لڑائی فتنہ اُٹھ کھلوسی

ناویں سال محمد مہدی، عیسیٰ نال رہا وے ۔۔۔ چاں سال انجونجہ عمر تمامی، مہدی لدّ سدھا وے

حضرت عیسیٰ کرے جنازہ کفن دفن اوستے ہیں ۔۔۔ اوس تھیں پچھے حضرت عیسیٰ حکم کرسے ہر جائیں

جناب مولوی محمد صاحب لکھوی اس کے بعد کہتے ہیں:۔

حضرت عیسیٰ دنیا اتے سال رہے پنجتالی ۔۔۔ خلقت اندر رونق برکت بہت رہے خوش حالی

عورت کرسی، بیٹے ہوسن، موت کریسی پھیرا ۔۔۔ نبی صاحبؐ دے روضے اندر قبر کریسی ڈیرا

پچھے انہاں، خلیفہ میموں شخص ہوسی قحطانی ۔۔۔ اوس نام ہوسی جہجاہ خلیفہ عادل نیک حقانی

پھر آگے چل کر کہتے ہیں۔

قرب دھوئیں آن ہوسی اسمانوں ظاہر وقت ۔۔۔ زمیں بھر آ وے

خلقت تنگ ہوسی اس دھوئیں تھیں خوف ۔۔۔ دلاں نوں دھا وے۔

مومن بند دماغ، آوارہ حالت جویں زکامی ۔۔۔ سخت بیہوش منافق سارے، ہور کافر تمامی

دوجے روز، کناہاں ترسیجے ہوش نکانے آوے   چائی روز رہے دھوں باقی پھر اسمان دسیاوے

ذوالحجہ مہینے عیدوں پچھے رت لی اک پوی   تچھوٹے وڈے جاگن ویکھن صبح نہ ہرگز ہوی

ترنہہ چونہہ راتیں قدر دارزی خلقت عاجز آوے   فر نکی سورج مغرب توں چاچیت دسیاوے

سوا پہر لگ اُچا آوے سورج مغرب داؤں   فر ہنکر دانگ ہمیشہ لہسی مغرب حکم خداؤں

فر اس تھیں پچھے جویں ہمیشہ سورج چڑھے نورانی   فر یک دابہ ظاہر ہوی صورت بخت حیوانی

پھر آگے چل کر کہتے ہیں۔

فارغ ہو کے غائب ہوی دابہ پھیر کتائیں   اس تھیں پچھے ویہاں روز قیامت تائیں

پھر اس کے بعد ریح اور آگ کا حال بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

۔تش ہنکر غائب ہوی لوگ سنبھان گھر نوں   ملک آباد ہوئے فرجاون اپنے ملک شہرؤں

اس تھیں پچھے خلقت رہسی سال ترے یا چارے   بارش بہت تے نعمت وافر غفلت نال گذارے

اچاچیت صبح دے ویلے سُنّسن نفخہ صوری   روز جمعہ دا ہوی نالے دسواں روز عاشوری

پھر آگے چل کر نفخہ صوری کے بارے میں کہتے ہیں:۔

ڈھونڈ جسیں نوں داخل ہوسن زندہ تھیں سارے   بھرتی پئی، نکل دوڑن، دہشت مارے

فرق دوہاں نفخیاں وچ ہوی لکھیا سالاں چالی   جیوُں کر شکم ماؤ تھیں جم اٹھسن اوسے حالے

جناب طبیب صاحب! اب آپ فرمادیں کہ کونسا دقیقہ باقی رہ گیا ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت الساعۃ سے بیان نہیں فرمایا؟ کتب احادیث میں ذرا نظر فرمائیں، آپ کے دماغ کا عقدہ اچھی طرح کھل جائے گا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے پیدائش سے لیکر دخول جنت تک سب کچھ بتا دیا اور زمانہ دجالِ اعظم کے قیام اور مقدار دن پہلے، دوسرے، تیسرے اور بقیہ دنوں کی، نیز مدت قیام حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہما السلام بیان فرما دی اور نفخۂ اولیٰ کا خاص دن بتا دیا اور زمانہ بین النفختین کا بھی بیان کر دیا اور **کأنی انظر الیهم ینفضون رؤسهم عند الصيحة من تراب**، بھی فرما دیا۔ پھر ان چالاک لوگوں کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت الساعۃ کا علم نہیں تھا، خلجان ذہنی اور وہم دماغی نہیں تو اور کیا ہے؟

تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے۔

ولک ان تقول انّ علم هذه الساعة وان كان لا يملكهُ إلا اللّٰه لكن يجوز ان يُعلمها من يشاء من محبيه واوليائه بقرينة قوله تعالىٰ انّ اللّٰه عليم خبير على ان الخبير بمعنى المخبر. فان قلت فما فائدة ذكر الخمس لان جميع المغيبات كذلك قلتُ فائدتهُ انّ هذه الخمسة معظم المغيبات لأنها مفاتيحها فانهُ اذا وقف مثلاً على ما فى غدٍ وقف على موت زيدٍ وتولُّد عمرٍ وَفَتح بكر و مقهورية خالد وقدوم بشر وغير ذلك مما فى الغد وهكذا القياس ويؤيد هذا التوجيه ما ذكر فى البيضاوى فى قوله فى سورة الجن، عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احداً إلا من ارتضى من رسول حيث قال فلا يطلع على الغيب المخصوص به علمهٗ إلا من ارتضى بعلم بعضه حتى يكون لهٗ معجزةً وجعل قولهٗ تعالىٰ من رسولٍ بياناً لمَنْ، ولعلهٗ اراد بالغيب المخصوص هذه الخمسة، وعلى ما سواها يطلع الأكثر.

ترجمہ: آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان پانچ امور کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یہ جائز ہے کہ وہ اپنے دوستوں میں سے جسے چاہے انہیں ان کے بارے میں آگاہ فرما دے، قرینہ یہ ہے کہ ان اللّٰہ علیمٌ خبیرٌ میں خبیر بمعنی مخبر (خبر دینے والا) ہے اگر آپ سوال کریں کہ ان پانچ امور کی کیا تخصیص ہے؟ جبکہ تمام مغیبات کا یہی حال ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اس میں نکتہ یہ ہے کہ یہ پانچ امور معظم المغیبات اور چابیاں ہیں، مثال کے طور پر جب کوئی شخص، کل آئندہ سے واقف ہوا تو وہ کل کے دن پیش آنے والی زید کی وفات، عمر کی پیدائش، بکر کی فتح، خالد کی شکست، بشر کا آنا وغیرہ وغیرہ سب سے واقف ہوا، بیضاویؒ کی بات سے اس امر کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ "فلا يظهر على غيبه احداً. یعنی اللہ اپنے غیب مخصوص بالعلم کی جہات متناہیہ پر اپنے رسول مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرماتا ہے، جو ان کیلئے معجزہ ہوتا ہے۔ شاید غیب مخصوص بالعلم سے بیضاویؒ کی مراد یہ پانچ امور ہیں، کیونکہ ان کے ماسوا پر تو بہتوں کو اطلاع دی جاتی ہے"۔

بیضاویؒ نے یہاں پر بعض کا لفظ استعمال فرمایا ہے کیونکہ امور خمسہ کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی جہات سے ہے، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بامور

تخمسہ متناہی جہت سے ہے، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایک ذرہ کے بارے میں بھی علم الٰہی کا بعض ہو۔

تحفہ احمدیہ مشہور بالنجوم الشہابیہ والرجوم للوہابیہ، نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیبؐ، نیز کتاب الخصائص وشرح الصدور للسیوطیؒ، نیز فتح الباری للعسقلانیؒ والمواہب للقسطلانیؒ میں لکھا ہے:۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علم الخمس التی فی ھذہ الآیۃ ولکن اُمِرَ بکتمھا (انتھی)	ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں بیان کردہ امور خمسہ کی بابت بھی اطلاع بخشی گئی ہے لیکن اس کے افشاء کی اجازت نہ تھی۔

واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا تعلق، متناہی جہات سے ہوتا ہے غیر متناہی جہات سے نہیں ہوتا۔

اسی تحفہ احمدیہ میں لکھا ہے۔

آنچہ وارد گشتہ از صدیقہ، ام مؤمناں — کہ بفرمود ہرآں کو کرد اخبار وبیاں
کہ ہمی داند نبی آں پنج چیز از علم غیب — افتراء محض واعظم گفت او بے شک وریب
پس مراد او باستقلال، جز رب ودود — نیست علم خمس او را تانہ تعلیمش نمود
گفت علامہ خفاجی اندر آں شرح شفاء — قول حق لا یعلم الغیب بغیر آں، بے خفاء
ہست گو علم غیر حق، بغیر واسطہ — اطلاع برآں باعلام خدا داں ضابطہ

مذکورہ بالا اشعار کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ اس کے سب سے آخری نبی بھی ہیں، امور خمسہ کا علم مرحمت فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے:۔

وقد ذھب بعض المشائخ الی انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعرف وقت الساعۃ باعلام اللہ تعالیٰ، وھو لا ینافی الحصر فی الآیۃ کما لا یخفی۔	ترجمہ: بعض مشائخ نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کی پہچان حاصل تھی، یہ پہچان محض اللہ تعالیٰ کے بتانے سے تھی، لہٰذا آیت میں واقع حصر کے منافی نہیں (کیونکہ آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی طور پر بالاستقلال جاننا مراد ہے)۔

حقیقی بات یہ ہے کہ کلام اللہ کے مطالعہ سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں، اول یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی بالاستقلال، عالم الغیب ہے، بالذات اور بالاحاطہ غیب دانی اس کی ذات عز جل جلالہٗ وعز برہانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے، غیب مطلق وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ مگر مغیبات یعنی غیوب اضافیہ (Relative) کے انکشاف کا وہ سرچشمہ ضرور بالضرور ہے۔ امور غیبیہ کو بالتدریج آنحضرتؐ کیلئے منصۂ شہود پر لانا اسی کا کام ہے۔ دوم یہ کہ اس ذات بے ہمتا نے اپنے رسولوں کو مغیبات پر اطلاع بخشی ہے، جن کو اس نے اس کیلئے چن لیا۔ چنانچہ فرمایا ﴿الا من ارتضی من رسول﴾، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آگاہی برغیب محض اللہ تعالیٰ کے اعلام و اطلاع کی بدولت ہے، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، خاتم النبیین ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین کے سردار ہیں۔ اس لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کا تمام علم غیب اضافی بالتدریج عطا فرما دیا جیسا کہ نصوص اس پر شاہد ہیں۔

مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو کشف والہام کے ذریعے جو آگاہی بر امور غیبی مرحمت ہوتی ہے وہ کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے انبیاء کرام علیہم السلام کی آگاہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (انکشاف بالالہام کا درجہ، انکشاف بالوحی کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے؟)۔

یہود، مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنۂ قلتِ علمی کا مفصل اور مدلل جواب گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

اب ہمارے زمانے میں اہل جہل وحمق نے یہاں تک کہنا شروع کیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے انجام کی بھی خبر نہ تھی، معاذ اللہ **لا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔**

ابن صیاد کے دعوائے نبوت اور دعوائے غیب دانی کا پول کھولنے کیلئے ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا، اچھا تم یہ بتاؤ کہ اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں سورہ الدخان کی آیت ﴿فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس﴾، چھپائی۔ ابن صیاد کہنے لگا الدخ الدخ، اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اِخْسَأْ، وَلَنْ تَعْدُوَ قدرک۔

ترجمہ دفع ہوا تو ہرگز اپنی قدر سے آگے نہ بڑھ سکے گا یعنی تو مکمل بات پر آگاہ نہیں ہوا۔ نامکمل بات پر آگاہ ہونا نبی کی شان نہیں ہے۔ بلکہ نبی تو مکمل بات پر آگاہ ہوتا ہے۔

اُس وقت، عرب کے جاہلانہ، مشرکانہ اور اوہام پرستانہ معاشرے میں کاہنوں کے بارے میں غیب دانی کا عقیدہ وبا کی طرح پھیلا ہوا تھا، اس اوہام پرستانہ عقیدے کی اساس پر، کاہن طبقہ پریشان حال لوگوں کا خوب استحصال کرتا اور سادہ لوح عوام سے، محض اپنی شعبدہ بازی اور کذب بیانی کے عوض، بھاری رقومات اور قیمتی نذرانے وصول کرتا، انکی ساری دوکان داری کا دارومدار ۹۹ فیصد جھوٹی غیب دانی پر تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ علم غیب کا مالک تو صرف میں ہوں، سو میں امور غیبیہ کی اطلاع اپنے انبیاء ورسل کو عطا کروں گا، نہ کہ کاہنوں جیسے دھوکے باز دوکان داروں اور شعبدہ گروں کو۔

ذیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشاد نقل کئے جا رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لوگوں کو، کاہنوں کے پاس جانے سے سختی سے منع فرمایا کیونکہ وہ دعوائے غیب دانی میں جھوٹے تھے۔

عن معاویةؓ بن الحکم قال قلت یا رسول اللّٰہ امورٌ کنا نصنعها فی الجاهلیة کنا نأتی الکهان قال علیه السلام فلا تأتوا الکهان قال قلت کنا نتطیر قال ذلک شئٌ یجدهٗ احدکم فی نفسه فلا یصدنکم قال قلت ومنا رجالٌ یخطون خطاً قال کان نبیٌ من الأنبیاء یخط فمن وافق خطهٗ فذاک. رواه مسلم، مشکوة باب الکهانة.

ترجمہ۔ معاویہؓ بن الحکم راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں کاہنوں (قسمت کا حال بتانے والوں اور حساب کتاب کرنے والوں) کے پاس جایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس نہ جایا کرو، میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ فال نکالا کرتے تھے، آپ نے فرمایا، تم اپنے وہم سے نتیجے نکالتے ہو، یہ وہم تم کو کسی کام سے روک نہ دے، میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کچھ لوگ زائچے بناتے ہیں، آپ نے فرمایا، کبھی کبھی کسی کا زائچہ، کسی نبی کے زائچہ سے مطابقت کر جاتا ہے، اور بس۔

وعن عائشةؓ قالت سال اناس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الکهان فقال لهم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انهم لیسوا بشئ قالوا یارسول اللّٰہ فانهم یحدثون احیانا بالشئ یکون حق فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم تلک الکلمة من الحق یخطفُها الجنّی فیقرُّها فی اذن ولیه قر الدجاجة فیخلطون فیها اکثر من مائة کذبة. متفق علیه. مشکوة باب الکهانة.

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، وہ کچھ نہیں ہیں، عرض کیا گیا کہ کبھی کبھی ان کی بات وقوع پذیر ہو جاتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تعلق یوں ہوتا ہے کہ جن ایک درست بات کو کہیں سے اچک لیتا ہے اور اپنے چیلے، کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے، پس وہ شخص اس ایک بات میں سو سے زیادہ جھوٹی باتیں ملا دیتا ہے۔ (سو ایک سچ ہوتا ہے اور سو سے زیادہ جھوٹ ہوتے ہیں)۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو کاہنوں کے مساوی درجہ پر کھڑا کرنا، ایمان کیلئے آفت ہے۔

قال الطبیب: چھٹی حدیث وعن أُم العلاء قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا ادری ما یفعل بی ولابکم، اسکی بنیاد قرآنی آیت ﴿وما ادری ما یفعل بی ولابکم إن اتبع إلا ما یوحیٰ الیّ﴾ ہے جس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں ہے۔

اقول: جناب طبیب صاحب! سب سے اول تو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ درایت کا معنی از روئے لغت کیا ہے؟ پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے فوراً بعد، قرآن مجید کی آیت، ﴿انْ اتّبع الا ما یوحیٰ الیّ﴾ سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ بعد ازاں قرآن واحادیث کا مطالعہ کرکے ان سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔

سو سب سے پہلے لغت عرب سے درایت کا معنی دریافت کرتے ہیں

لسان العرب میں ہے، دَرَیتُ الظُّباءَ إذا ختلتها، یعنی دَرَیتُ الظُّباءَ، (میں نے ہرنوں کا ٹھکانہ معلوم کیا) اس وقت بولتے ہیں جب آپ حیلے بہانے سے ان کا ٹھکانہ معلوم کریں، اسی طرح لسان العرب میں فرماتے ہیں، دَرَیتُ الظبی، اس وقت بولتے ہیں جب آپ ہرن کا مسکن معلوم کرنے کیلئے حیلہ جوئی کریں تاکہ اس کا شکار کر سکیں۔ اس

طرح لسان العرب میں ہے، دریتُ فلاناً اذا ختلتُهٗ ترجمہ میں نے خفیہ داؤ پیچ استعمال کر کے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اسی طرح تاج العروس میں ہے، دریتُهٗ ای علمتُهٗ بِضربٍ مِنَ الحِیلَةِ۔ ترجمہ میں نے اس شخص کو حیلہ سے معلوم کیا، نیز مفردات قرآن میں ہے، الدرایة المعرفة المدرکة بضرب من الختل، یعنی پوشیدہ تدبیر کے ذریعے کسی شخص یا چیز کی کھوج کھانج لگانا، درایت کہلاتا ہے۔

مذکورہ بالا لغات عربیہ کے حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا ادری کا مطلب یہ ہے کہ میں خفیہ تدابیر، پوشیدہ حیلوں بہانوں، داؤ پیچ لڑانے اور تخمینی کھوج کھانج لگانے اور ذہنی قیاسات سے مستغنی ہوں، کیونکہ میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں، جو کہ علام الغیوب کی طرف سے نازل ہوتی ہے، یہ وحی، ہر شئی کو مجھ پر منکشف کر دیتی ہے۔

اب میں آپ کو کچھ آیات قرآنیہ سناتا ہوں جن سے اس امر کی خوب نشان دہی ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مرحومہ کا انجام کیا ہوگا؟ ارشاد قرآنی ہے:

(۱) ﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾، ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

(۲) ﴿عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُوداً﴾، عنقریب اللہ تعالیٰ آپکو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

(۳) ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾، ہر دوسرا لحہ آپ کیلئے پہلے لمحے سے بہترین ہے۔ آپ کیلئے آخرت دنیا سے بہت ہی بہتر ہے۔

(۴) ﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی﴾، عنقریب اللہ تعالیٰ آپ پر وہ نوازشات اور عطایا نچھاور فرمائیگا کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

(۵) ﴿اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ﴾، ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی۔

(۶) ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا﴾، فرشتے نازل ہو کر ان اہل ایمان کو خوش خبری سنائیں گے کہ نہ تم کوئی خوف کھاؤ اور نہ ہی کوئی غم۔

(۷) ﴿وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْداً﴾، اور اسی طرح ہم نے آپ کو بہترین امت بنایا، تاکہ آپ لوگوں پر

گواہی دو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے عادل اور مزکی ہونے پر گواہی دینگے۔

(۸) ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾، تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی رہنمائی کیلئے ظاہر کی گئی ہے۔

(۹) ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾، وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور آئین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔

(۱۰) ﴿وَکَانَ حَقّاً عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾، اہل ایمان کی مدد کرنا ہم نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اور ایسی آیات کلام الٰہی میں بہت ہیں۔

اب فقیر تھوڑی سی احادیث بھی سنا دیتا ہے:

(۱) بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے دروازوں کا ذکر کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

فهل یُدعیٰ منها کلها أحدٌ قال نعم فارجوا أن تکون منهم یا أبا بکر۔

ترجمہ: کیا ان تمام دروازوں سے کسی شخص کو بیک وقت پکارا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! اے ابوبکر! آپ ان لوگوں میں سے ہی ہوں گے۔

(۲) سنن ابی داؤد میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اما انک یا ابو بکر اول من یدخل الجنة من امتی۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! آپ میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے شخص ہوں گے۔

(۳) اور جامع ترمذی میں ہے:

إنّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علی الحوض وصاحبی فی الغار۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ میرے ساتھی ہوں گے، حوض کوثر پر، جسطرح کہ آپ میرے ساتھی تھے غار میں۔

(۴) اسی جامع ترمذی میں ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول من تنشق عنه الأرض ثم أبوبكر ثم عمر۔	ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے پہلے، زمین، میرے لئے شق ہو گی پھر ابوبکر کیلئے پھر عمر کیلئے۔

(۵) اسی ترمذی میں ہے:

أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبكر وعمر، احدهما عن يمينه والآخر عن شماله وهو آخذٌ بايديهما وقال هكذا نبعث یوم القيامة۔	ترجمہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے، ابوبکر اور عمر آپ کے ساتھ تھے، ایک دائیں طرف اور دوسرے بائیں طرف، آپ نے ان کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، اور فرمایا، ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

(۶) البدور السافرة میں ہے:

عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحشرُ بين ابی بكر وعمر حتى أقفَ بين الحرمين، فيأتي أهل مدينه ومكة۔	ترجمہ: ابن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں روزحشر ابوبکر اور عمر کے درمیان ہوں گا، یہاں تک کہ حرمین کے درمیان ٹھہر جاؤں گا، پس اہل مدینہ اور اہل مکہ آئیں گے۔

(۷) تاریخ الخلفاء میں ہے:

عن ابی سعید بن جبیرؓ قال قرأتُ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا أیتها النفس المطمئنة، فقال ابوبكر يارسول الله إنّ هذا لحسنٌ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أمَا إنّ الملك سيقولها لك عند الموت۔	ترجمہ: ابوسعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیت ﴿یا ایتها النفس المطمئنة﴾ تلاوت کی تو ابوبکر نے کہا یارسول اللہ! یہ بہت خوب ہے، آپ نے فرمایا کہ فرشتہ یہ کلمہ تمہیں، بوقت وفات کہے گا۔

(۸) ابن ماجہ میں ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من يصافحه الحق عمر، وأول من يسلّم عليه وأول من يؤخذ بيده فيدخل الجنة	ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے پہل، جس سے حق تعالیٰ مصافحہ فرمائے گا، اور اسے سلام کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کیا جائیگا وہ عمر ہیں۔ (لفظ اول یہاں برائے اولیت اضافیہ ہے یعنی حضرت عمرؓ بھی اولین میں شامل ہوں گے)۔

(۹) جامع ترمذی میں ہے

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبكر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة وزبير فی الجنة وعبدالرحمن بن عوف فی الجنة وسعد بن أبی وقاص فی الجنة وسعيد بن زيد فی الجنة وأبوعبيده فی الجنة۔	ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر جنت میں جائیں گے، عمر جنت میں جائیں گے، عثمان جنت میں جائیں گے، علی جنت میں جائیں گے، طلحہ جنت میں جائیں گے، زبیر جنت میں جائیں گے، عبدالرحمن بن عوف جنت میں جائیں گے، سعد بن ابی وقاص جنت میں جائیں گے، سعید بن زید جنت میں جائیں گے، ابوعبیدہ جنت میں جائیں گے۔

(۱۰) البدور السافرة میں ہے:

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ليس على أهل لا إله إلا الله وحشةٌ فی الموت ولا فی النشور ولا فی القبور كأنی أنظر إليهم ينفضون عن رؤوسهم التراب يقولون الحمد لله الذی أذهب عنا الحزن۔	ترجمہ: طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے پڑھنے والے پر وحشت طاری نہ ہوگی نہ موت میں، نہ حشر میں، نہ قبر میں، گویا کہ میں انکو دیکھ رہا ہوں، بوقت حشر اپنے سروں سے خاک جھاڑتے ہوئے اور کہتے ہوئے کہ اللہ کیلئے حمد ہے جس نے ہم سے غم کو دور فرمایا۔

(۱۱) البدور السافرة میں ہے۔

اخرج الطبرانی عن أبی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تحشر الأنبیاء یوم القیامة علی الدواب وَیُبعَثُ صالحٌ علی ناقته وأُبعَثُ علی البراق ویبعث ابنای الحسن والحسین علی ناقتیهن من نوق الجنة ویبعث بلالٌ علی ناقةٍ من نوق الجنة فینادی بالاذان حقاً وبالشهادة حقاً حتی إذا قال اشهد أنَّ محمداً رسول اللّٰہ، شهد المؤمنون فی الأولین والآخرین فَقُبِلَتْ ممن قُبِلَتْ وَرُدَّتْ ممن رُدَّتْ۔

ترجمہ: طبرانی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن انبیاءِ کرام علیہم السلام چوپایوں پر سوار ہوں گے، صالح علیہ السلام اونٹنی پر سوار ہوں گے اور میں براق پر، میرے بیٹے حسن اور حسین جنتی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے، بلال بھی جنتی اونٹنی پر سوار ہوں گے، وہ اذان اور شہادت توحید ورسالت کی ندا بلند کریں گے، جب وہ رسالت محمدیہ کی شہادت کا کلمہ بلند کریں گے تو تمام مؤمنین اگلے اور پچھلے بھی شہادت محمدیہ کا کلمہ بلند کریں گے، پس یہ کلمہ بعض لوگوں سے قبول کیا جائیگا اور بعض سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

(۱۲) حدیث نبوی ہے:

أنا حامل لواء الحمد تحتهٗ آدم ومن دونهٗ.

ترجمہ: میرے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے آدم اور سب لوگ ہوں گے۔

(۱۳) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

سیدا شباب أهل الجنة

ترجمہ: یہ دونوں، جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

(۱۴) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق ارشاد فرمایا:

سیدة نساء أهل الجنة۔

ترجمہ: فاطمہ جنتی خواتین کی سردار ہیں۔

(۱۵) حضرت ثابت بن قیسؓ کو فرمایا:

أما ترضی أن تعیش حمیداً وتقتل شهیداً وتدخل الجنة۔

ترجمہ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قابل تعریف زندگی گذارو، شہادت کا درجہ حاصل کرو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

جناب طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں کے پیش امام نے تو بڑھ چڑھ کر بے ادبی کی ہے، اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ بات صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہ تھا، پھر وہ بعد وفات کے، اپنی امت کے حال سے کیسے واقف ہو سکتے ہیں؟ آپکے ان چالاک بھائیوں کے دل میں بھی یہی بات ہوگی؟

خلاصۃ الکلام یہ کہ احادیث میں اس قدر حالات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیے ہیں کہ دفاتر میں گنجائش رکھتے ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا ادری کا معنی تو لا ادری بنفسی، بل با علام اللہ تعالیٰ ہے، اور یہی ادب بارگاہ ایزدی ہے، اگر وہ چالاک بھائی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں غور کرتے تو اس بے ادبی میں مبتلا نہ ہوتے۔

اب یہ فقیر چند مفسرین کے اقوال نقل کرتا ہے جن سے اس آیت کے مرادی معنی کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے

والذی اختارهٗ ان المعنی علی نفی الدرایة من غیر جهة الوحی.

ترجمہ: مختار یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بغیر وحی کے نہیں جانتے۔

علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

وانه لم ینف إلا الدرایة من قبل نفسه وما نفی الدرایة من جهة الوحی.

ترجمہ اس بات کی نفی فرمائی ہے کہ خود بخود نہیں جانتے، بذریعہ وحی کے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

قال الطبیب: حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اوتیتُ علم الأولین والآخرین، یہ حدیث بے اسناد ہے، نیز اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ ما من عام الا وقد خص منه البعض، چنانچہ علم اولین والآخرین سے بعض مراد لینا ضروری ہے، ورنہ علوم شیطانیہ جیسے علم جادو اور علم راگ وغیرہ بھی اسمیں داخل ہو جائیں گے۔

اقول: حوالہ جات میں سے فی الحال اتنا حوالہ کافی ہے کہ المواہب اللدنیہ لمحدث القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اور اسکی شرح، محدث الکبیر امام الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ، (الجزء السادس، تذکرہ معراج) میں جو حدیث شریف درج ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں اس کے راوی حضرت علیؓ ہیں، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

فاورثني علم الأولين والآخرين، وعلّمني علوماً شتّى، فعلمٌ اَخَذَ عليَّ كتمانهُ اِذ عَلِمَ انّه لا يقدر على حمله احدٌ غيري، وعلمٌ خيّرني فيه، وعلّمني القرآن فكان جبريلُ يذكرني به، وعلمٌ أمرني بتبليغه إلى العام والخاص من أُمّتي. (اس حدیث کی اسناد قسطلانیؒ اور زرقانیؒ نے بیان فرما دی ہے، وہاں ملاحظہ کریں)

ترجمہ: پس اللہ سبحانہ نے مجھے اولین اور آخرین کے علوم کا وارث بنا دیا نیز اس نے مجھے کثیر انواع علوم عطا فرمائے۔ (۱) ایک نوع علوم وہ ہے جنہیں پوشیدہ رکھنے کا اس نے مجھ سے وعدہ لیا، کیونکہ اس نے جانا کہ میرے سوا کوئی بھی دوسرا، ان علوم کے حامل ہونے کی قدرت نہیں رکھتا۔ (۲) دوسرا نوع علوم وہ ہے کہ انہیں بتانے یا نہ بتانے کا مجھے اختیار عطا فرمایا۔ (۳) اس ذات سبحانہ نے مجھے علوم قرآنیہ عطا فرمائے کہ جبریلؑ انکی بابت مجھ سے مذاکرہ کرتا تھا۔ (۴) چہارم وہ نوع علوم ہے کہ اس نے مجھے حکم فرمایا کہ میں انہیں اپنی امت کے عام وخاص تک پہونچاؤں۔

اور قاعدہ تمہارا منقوض بنفسہ ہے کیونکہ لفظ ''عام'' کا مامن عام الاوقد خص منه البعض میں بھی تو عام ہی ہے، اس لئے کہ نکرہ حیز نفی میں عام ہوا کرتا ہے اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ ''پس ضرور ہوا کہ علم الاولین والآخرین سے بعض مراد لینا ضروری ہے'' تو اس بارے میں گذارش یہ ہے کہ لفظ ''علم'' تو علم الاولین والآخرین میں خاص ہے عام نہیں ہے، عام تو الاولین والآخرین کا لفظ ہے، اس لئے آپ لوگوں نے جو تخصیص علم کے لفظ میں کی ہے، بے جا ہے، اگر عام کی تخصیص کرتے تو بتاتے کہ اولین اور اسی طرح آخرین میں سے فلاں فلاں خارج ہیں، آپ یاد رکھیں کہ تخصیص بلا مخصص ناجائز ہے، کیونکہ اگر ایسی تخصیصات بلا مخصص، اختیار کر لی جائیں تو اکثر لوگ آپ کے قاعدہ (تخصیص بلا مخصص) سے تمسک پکڑ کر اکثر تکالیف شرعیہ کے منکر ہو جائیں گے، مثلاً اقیموا الصلوٰۃ میں فعل عام ہے، تو منکر لوگ کہیں گے کہ ہم اس عام سے مخصوص ہیں، اور ایسے ہی وآتوا الزکوٰۃ ہے، اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ ورنہ علوم شیطانیہ جیسے علم جادو اور علم رمل وغیرہ بھی اسمیں داخل ہو جائیں گے، تو بھلا صاحب! کیا شرک سے بری کوئی چیز

ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل وغیرہ کے شرک سے واقف تھے یا نہ؟ اگر تھے تو بقول آپ کے، کفر صریح، آپ لوگوں کو لازم آئے گا، اگر آپ لوگ کہیں کہ واقف نہ تھے، تو بتائیں کہ یہ آپ لوگوں کا جہل اختراعی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور آپ لوگ یہ بھی بتاؤ کہ تم کو کسی کی زناکاری اور شراب خوری وغیرہ وغیرہ پر آگاہی ہو جائے تو تمہارے اندر تو کوئی قباحت وجود پذیر نہ ہو، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جائے تو کفر کیوں لازم آیا؟ اور یہ بھی بتائیں کہ اللہ جل شانہ وعز برہانہ، ان سب امور کو جانتا ہے یا نہ؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو بقول آپ لوگوں کے، کفر صریح آپ پر لازم آئے گا، اگر کہو کہ اللہ تبارک وتعالی ان امور سے واقف نہیں تو جہل باری عزاسمہ کا قول آپ لوگوں پر عائد ہوگا، نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد المجر الی اقبح الفساد۔

قال الطيب: عن عبد الرحمن بن عائش قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت ربي في أحسن صورة قال فيما يختصم الملأ الاعلى قلتُ أنت اعلم قال فوضع كفهٗ بين كتفيَّ فوجدتُ بردها ما بين ثدييَّ فعلمتُ ما في السموات والارض (شرح السنہ)

ترجمہ: عبدالرحمن بن عائش راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا اس نے پوچھا ملأ اعلی کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں، میں نے کہا آپ زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر رب تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے کندھوں کے درمیان رکھی جسکی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پس میں جان گیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

(۱) اس روایت میں کل کا لفظ مذکور نہیں ہے۔

(۲) علمت ماضی کا صیغہ ہے اسمیں حال اور مستقبل زمانے شامل نہیں ہو سکتے، لہذا اس خبر کے بعد جو امور وقوع پذیر ہوئے یا ہوں گے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں نہیں ہوں گے۔

اقول: ایک اور حدیث شریف، یہ فقیر پیش کرتا ہے، جو مذکورہ حدیث سے بھی زیادہ مشرح اور موثق ہے، اس میں کل کا لفظ موجود ہے، یہ حدیث درج ذیل ہے:

عن معاذ بن جبل ـــــــ فاذا انا بربی تبارک وتعالی فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلتُ لبیک رب، قال فیما یختصم الملأ الأعلیٰ قلتُ لا أدری قالہا ثلاثاً قال فرایتہٗ وضع کفہٗ بین کتفیّ حتی وجدتُ برد انا ملہٖ بین ثدیی فتجلیٰ لی کلُّ شیٍ وعرفتُ آہ رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح، وسالت محمد بن إسماعیل (البخاری) عن ھذا الحدیث فقال ھذا حدیث صحیح (مشکوٰۃ، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)۔

ترجمہ حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے ـــــــ پس اچانک میں نے رب تعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا، اس نے فرمایا اے محمد! میں نے کہا لبیک اے میرے رب! فرمایا ملأ اعلیٰ کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں از خود نہیں جانتا تین مرتبہ یہ مکالمہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس میں نے دیکھا کہ رب تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے کندھوں کے درمیان رکھی، یہاں تک کہ میں نے انکی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس میرے لئے ہر شئ منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی، اس کو روایت کیا امام احمد نے اور امام ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن، صحیح ہے، امام ترمذی نے کہا کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام بخاری سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ذیل میں ایک اور حدیث شریف درج کی جاتی ہے، اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت اور کثرت کی صراحت موجود ہے، وہ یوں ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عُرِضتْ علیّ اجور امتی حتی القذاۃ یخرجہا الرجل من المسجد وعرضتُ علیّ ذنوب امتی فلم ار ذنباً اعظم من سورۃٍ من القرآن او آیۃ اوتیہا رجل ثم نسیہا۔ (الترمذی، ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رو برو میری امت کے اجر و ثواب پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ وہ کوڑا کرکٹ بھی جو میرا امتی مسجد کی صفائی کرنے کے بعد باہر پھینکتا ہے، نیز میرے رو برو میری امت کے گناہ پیش کئے گئے، پس میں نے اس سے بڑا گناہ کوئی نہ

دیکھا کہ ایک شخص کو قرآن کی سورت یا آیت عطا کی گئی ہو، اور اس نے اسے بھلا دیا ہو۔

جناب طیب صاحب! اپنے ان بھائیوں کو بتاؤ کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بیان کردہ حدیث شریف کے جملہ "فعلمتُ ما فی السموات والارض" کے ترجمہ میں لکھا ہے "پس دانستم ہر چہ در آسمانہا وہر چہ در زمین بود"۔

شاید، تمہارے نزدیک، بقول تمہارے، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ دھوکے باز اور پورے پورے ناواقف ہوں گے، قرآن و حدیث سے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں ما فی السموات والارض کے الفاظ آئے ہیں، کل کے معنی میں آئے ہیں، جیسا کہ فرمان قرآنی ہے، للہ ما فی السموات والأرض۔ ترجمہ "اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے"، اب آپ لوگ ہی بتائیں کہ کل کا کل اللہ کا ہے یا بعض اللہ کا ہے؟ ایسی آیت قرآنیہ بہت ہیں، شاید آپ لوگ جو پورے پورے قرآن کریم کے واقف بنتے ہیں تو کل کا معنی کرنا صحیح نہیں جانتے ہوں گے۔ اسی طرح آیت قرآنیہ "یعلم ما فی السموات والارض" ترجمہ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، میں بھی اپنا قاعدہ جاری کر کے کہتے ہوں گے کہ او سبحانہ وتعالیٰ کو کل کا علم نہیں ہے، واہ رے صاحب واہ! کیا پورے واقف نکلے!

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ علمتُ ماضی کا صیغہ ہے، اس میں گذشتہ زمانہ کے ساتھ، زمانہ حال اور زمانہ مستقبل شریک نہیں ہو سکتا، ارے صاحب! ذرا غور تو کرو، کہ موجب "فعلمت ما فی السموات والارض" کا تو بردِ کفِ باری تعالیٰ ہے، جب تک بردِ کف باری تعالیٰ کا سینہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھین لیا جانا، ثابت نہ کرو گے، تب تک چھین لیا جانا، علم ما فی السموات والارض کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے ممکن نہ ہوگا، کیونکہ آپ لوگوں کا مخالف کہہ سکتا ہے کہ بردِ کف باری تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں، قیام قیامت تک باقی ہے، جیسا کہ احادیث دال ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حالات سماویہ، ارضیہ، ماضیہ اور مستقبلہ، سب سے، بدء الخلق سے لیکر تا ما بعد دخول جنت تا اخیر عمر شریف، خبر دیتے رہے، جن سے کتب احادیث بھرے ہوئے ہیں، یہ سب اسی بردِ کف باری تعالیٰ کے آثار ہیں۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے، "پس ثابت ہوا کہ جو امور آنحضرت صلی اللہ علیہ

[illegible] کہیں گے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معلومات سے نہیں ہیں"، انتہی، تو جواباً عرض ہے کہ آپ لوگوں نے تو ماضی کے صیغہ سے یہ بات نکالی ہے مگر ماضی کے صیغہ سے کام نہیں چلے گا، کیونکہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ یہ بات، جار مجرور فی السموات والارض کے "متعلق" سے سمجھنی چاہئے یعنی اگر مخالف کہہ دے کہ یہاں فعلمتُ ما کان وما یکون فی السموات والارض، مراد ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں واقع ہے، لہذا اس جگہ بھی وہی مراد ہے، تو اس صورت میں آپ کی یہ بات صحیح نہ ہوگی، دیگر آیات و احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ آیت و علّمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما، اس مبہم کی تشریح کر رہی ہے، نیز حافظ محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلق الانسان ۵ علّمہُ البیان، کی تفسیر میں لکھا ہے: خلق الانسان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علّمہ البیان، بیان ما کان وما یکون، لانہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کان یُبَیِّنُ عن الاولین والآخرین وعن یوم الدین [illegible] اور جیسا کہ بخاری شریف کی روایت پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت عمر [illegible] لحقق (الحدیث)، اور جیسا کہ علامہ قسطلانی نے اس حدیث کی شرح بھی پہلے گذر چکی ہے، یعنی 'وَدَلَّ ذلک علی انہٗ اخبر بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تفنی والی ان تبعث" نیز مسلم شریف کی روایت گذر چکی ہے یعنی "فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن، نیز اسی مسلم شریف کی روایت گذر چکی ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما ھو کائن الی یوم القیامۃ، اور ایسا ہی حافظ محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ سے گذر چکی ہے، یعنی:

ما بال اقوام طعنوا فی علمی، لا تسئلونی عن شئ فیما بینکم وبین الساعۃ إلا انبأتکم بہ. (آل عمران: ۱۷۹، المائدہ: ۱۰۱)	ترجمہ: (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) وہ لوگ (یعنی منافقوں) کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے علم کے بارے میں طعنہ زنی کے مرتکب ہوئے ہیں، تم لوگ مجھ سے، کسی بھی چیز کے بارے میں، موجودہ لمحہ سے لیکر تاقیام قیامت، کوئی بھی سوال نہیں کرو گے مگر میں تم کو اس کے بارے میں پوری خبر دوں گا۔

نیز مسلم شریف سے حدیث گذر چکی ہے کہ سلونی عن ما شئتم، تم لوگ مجھ سے پوچھو، جو کچھ تم لوگ پوچھنا چاہو، امید ہے کہ اب تک آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ **فعلمتُ ما فی السموات والارض** کا معنی ہے کہ **فعلمتُ ما کان وما یکون فی السموات والارض** (یعنی پس میں نے جان لیا جو کچھ کہ آسمانوں میں تھا ہے اور ہو گا اور جو کچھ زمین میں تھا ہے اور ہو گا)

افسوس! کہ ہمارے طبیب صاحب! علوم ادبیہ سے بہرہ کافی نہیں رکھتے! بے چارے کیا کریں، مجبور ہیں۔

اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ" اس سے علم محیط کی نفی ہو گئی وھو الحق المطلوب' حالانکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی تو اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اس سے احاطہ بیان فرما رہے ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے، شاید وہ آپ لوگوں کے نزدیک پورے پورے ناواقف ہوں گے؟

ہم پہلے بھی یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ غیب مطلق کا علم، مخصوص باری تعالیٰ ہے، جبکہ غیب اضافی کا کل علم، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالتدریج عطا فرما دیا ہے، اس لئے جہاں کہیں بھی کلّ، ہر شئ اور احاطہ، جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں تو ان سے مراد تمام علم غیب اضافی ہی ہوتا ہے، جسے اصطلاحاً مغیبات بھی کہا جاتا ہے۔

جناب طبیب صاحب! آپ اپنے بھائیوں سے پوچھیں کہ اس حدیث شریف میں حرف نفی کا نام و نشان تک نہیں، پھر آپ لوگ نفی کہاں سے نکال لیتے ہیں؟ اگر آپ لوگوں کے نزدیک ماضی کا صیغہ، نفی حال اور نفی مستقبل کیلئے موضوع ہے تو ذرا اپنے گریبان میں منہ چھپا کر دیکھیں کہ حرّمت علیکم امھاتکم و بنٰتکم میں بھی حرّمت، صیغہ ماضی ہے تو کیا یہ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل میں نفی حرمت امہات و بنات پر دال ہو گا؟ یا نہ ہو گا؟ واہ رے صاحب واہ، ایسا ہی **حرّمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر** بھی، آپ لوگوں کے قاعدے کے موافق کیا مزے دکھلا رہا ہے؟ قرآن مجید میں عَلِیْمُ اللہُ کا لفظ، مقاماتِ متعددہ میں واقع ہوا ہے، پھر شاید وہ طبیب صاحب کے چالاک بھائی، خدائے علیم و خبیر، سمیع و بصیر، پر بھی اپنے صیغہ ماضی کا قاعدہ کلیہ جاری کر دیں گے؟

قال الطبيب عن عبد الله بن معتب بن أبي بردة عن أبيه عن جده قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنّ الله عزّوجلّ رفع لي الدنيا فانا انظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة كما انظر إلى كفي هذه جليان من الله، جلاه الله لنبيه كما جلا للنبيين من قبلي (رواه أبو نعيمؒ في الفتن عن ابن عمرؓ وسنده ضعيف).

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو بلند کیا، پس میں اسکو دیکھ رہا ہوں، اور اسے بھی جو کہ قیامت تک ہونے والا ہے، جیسا کہ میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، یہ اللہ کی طرف سے روشن روشن کر دینا ہے جو اس نے اپنے نبی کے لئے کیا، جسطرح کہ مجھ سے پہلے والے انبیاء کرام کیلئے روشن کیا تھا۔(اس حدیث کو ابو نعیم نے باب الفتن میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکی سند ضعیف ہے)

اس حدیث شریف کو ابو نعیمؒ نے باب الفتن میں درج کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق امور فتنہ سے ہے، مزید یہ ہے کہ "فانا انظر الیھا" مضارع کا صیغہ ہے مگر اس میں استمرار اس وقت ہو گا جب اس کے ساتھ کان کا لفظ مذکور ہو۔

اقول: جناب طبیب صاحب! اپنے ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ اس حدیث شریف کو کنز العمال، (الجزء السادس) طبرانی اور زرقانی شرح مواہب میں دیکھ لو، واضح ہو کہ ضعفِ حدیث کے بہت سارے درجات ہوتے ہیں، علاوہ ازیں باب الفضائل میں ایک سند کے ضعف سے کوئی حدیث متن کے لحاظ سے ضعیف نہیں سمجھی جاتی، جبکہ کوئی سند مؤید بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں ضعف، سند ضعیف کا جاتا رہتا ہے، خصوصاً اس حدیث کا ضعف تو لا یُعبأ بہ ہے کیونکہ اس کے شواہد تو صحیحین (بخاری، مسلم) میں موجود ہیں، بلکہ آیات قرآنیہ بھی اسکی مؤید ہیں، جیسا کہ مسلم شریف میں ہے:

عن ثوبان رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنّ الله زوى لي الأرض فرأيت مشارقها و مغاربها

ترجمہ: حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا، پس میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو ملاحظہ فرمایا۔

اور مسلم شریف سے گذر چکا ہے کہ **إنّي صُوِّرت لي الجنة والنار فرأيتهما دون هذا الحائط** سو جب بہشت اور دوزخ، کہ جن میں سے ہر ایک کی وسعت اور فراخی کے مقابلے میں دنیا ایک حقیر اور چھوٹی جگہ ہے، ان کو دیوار سے بھی قریب تر دیکھ لیا تو پھر ساری دنیا کا دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کونسا بعید ہے؟ نیز جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے لیکر تا دخول جنت سب امور کی خبر دیدی ہے تو دنیا کا دیکھنا کیسے مستبعد ہوگیا؟ نیز جب **كأني انظر اليهم ينفضون عن الصيحة رؤسهم من تراب يقولون الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن،** تک ارشاد فرمایا تو پھر دنیا کا دیکھ لینا کونسا دور ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ ان چالاک لوگوں کا یہی طریقہ ہے کہ اوٹ پٹانگ باتیں بنا کر طبیب صاحب جیسے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنس لیتے ہیں، اور جب کوئی انکی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس جاوے تو پھر گروہی تعصب اسے نکلنے نہیں دیتا، کہ نابینا فرقہ پرستی نے سابقہ اقوام کو ہلاک کر دیا۔

جناب طبیب صاحب! فقیر کو فرصت کم ہے ورنہ اور بھی بہت احادیث آپکو سناتا، اور یہ جو ان لوگوں نے کہا کہ "ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اس حدیث کو باب الفتن میں لانا بتلا رہا ہے کہ مراد اس سے امور فتنہ ہوں گے دیگر امور سے اس سے خارج ہوں گے" ارے صاحب! کوئی سند تو دیجئے کہ کسی حدیث کو باب الفتن میں درج کرنا اس حدیث کے معنیٰ ومفہوم کو بدل دیتا ہے؟ بلکہ تمام صوفیین کرام اور تمام محدثین عظام کا تو یہ مسلمہ قانون ہے کہ "**العبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب**" اس لئے آپ لوگوں نے باب الفتن میں لانے کا جو خود ساختہ قاعدہ بیان کیا ہے، اس کو تسلیم کرنا محتاج دلیل ہے، کوئی سند اور ثبوت چاہئے، ورنہ آپ لوگوں کیلئے مفت کی شرمساری ہے۔

اگر آپ لوگوں کے قاعدے پر آنکھیں بند کر کے عمل کیا جائے تو کل ذخیرہ حدیث کے مفاہیم میں ترمیم لازم ہو جاوے گی، کسی مؤلف کا کسی حدیث کو کسی باب میں درج کرنا، اس کو اس باب کے ساتھ مخصوص، محدود اور منحصر نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اور دیگر ائمہ، ایک حدیث کو متعدد ابواب میں درج کرتے ہیں کیونکہ تبویب کا مقصد، استنباط مسائل ہوتا ہے اور بس، اس عمل سے حدیث کے مفہوم کو اثر دینا اسے رد

کرنے کے مترادف ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ محدثین کرام کی کتب میں بہت الفاظ، احادیث فتن میں عموم کے حامل ہیں، آپ کا قاعدہ تو مفہوم حدیث میں من مانی ترمیم کا دروازہ کھول دے گا، بھلا صاحب! اگر کوئی مؤلف، آیت قرآنیہ **واللّٰہ یعلم ما تسرون وما تعلنون** کو باب الفتن میں ذکر کر دے تو کیا آپ ما کے عموم کو نظر انداز کر کے امور فتنہ کے علاوہ دیگر جزئیات اعمال و احوال کو، علم الٰہی سے خارج کر دیں گے؟

آپ لوگ ذرا غور کریں کہ فرمانِ نبویؐ "**مَن تَشَبَّہَ بقومٍ فھو منھم**" ترجمہ: جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہے، کو باب اللباس میں درج کرنے سے مشابہت کفار کی ممنوعیت صرف لباس کے ساتھ مخصوص نہیں ہو گئی بلکہ اس کا عموم علی حالہٖ برقرار ہے جو کہ کفار کے قومی، مذہبی، سماجی، گھریلو وغیرہ میں سے تمام امتیازی، علامتی امور، طور طریقوں، اقدار، تہوار اور رسوم و رواجات سب کو شامل ہے اور یہ جو آپ لوگوں نے کہا ہے "دوسری بات یہ ہے کہ مضارع کے صیغہ کا مفید استمرار ہونا، کسی صرفی سے نہیں سنا"۔ ارے صاحب! یہ تو آپ نے کسی صرفی سے سنا ہوگا کہ فعلِ مضارع، استقبال پر دلالت کرتا ہے، پھر آپ یہ فرماویں کہ استقبال کی حد کہاں تک ہے؟ ذرا غور فرماؤ کہ جب تک کوئی چیز مقتضی ازالۂ نسبت کی نہ پائی جاوے، استمرار ہو گا یا نہ ہو گا؟

نیز آپ نے جو یہ کہا ہے کہ مضارع پر اگر باب کان لگایا جاوے تو بعض صرفیوں کے نزدیک مفید استمرار ہے، تو بتایئے کہ کونسا استمرار؟ استمرار از منہ ماضیہ کا یا مستقبلہ کا؟ شاید مسئلہ زیر بحث میں آپکو ذہول ہو گیا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و مشاہدہ بعطاء الٰہی ہے، اسلئے آپ کے فریق مخالف کو تو استمرار کی بحث سے کوئی غرض نہیں ہے بلکہ وہ تو یہ کہتا ہے کہ جو کام دنیا میں ہوتے ہیں یا ہوں گے ان پر "**ما ھو کائن فیھا**" صادق آتا ہے اور "**ما ھو کائن فیھا**" کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدہ فرماتے ہیں جیسا کہ آیت **ویکون الرسول علیکم شھیداً** کی تفسیر میں مفسرین کرامؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

بھلا صاحب! یہ تو فرماویں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے محدثین کرام ایک حدیث باب الفتن میں روایت کرتے ہیں جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

"**فجاء ھم الصریخ ان الدجال قد خلفھم فی ذراریھم فیرفضون ما فی ایدیھم ویقبلون فیبعثون عشر فوارس طلیعۃً قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إنی لاعرف اسماء ھم واسماء آباء ھم والوان خیولھم، ھم من خیر فوارس علی ظھر الارض یومئذٍ** (رواہ مسلم)	ترجمہ، پس انہیں یہ چیخ سنائی دے گی کہ دجال ان کے بال بچوں تک پہنچ گیا ہے، سو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے اُدھر لپکیں گے، پس وہ دس گھڑ سواروں کو خبر لانے کیلئے بھیجیں گے، میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے ناموں کو ان کے آباء کے ناموں کو، ان کے گھوڑوں کے رنگوں کو پہچانتا ہوں، وہ روئے زمین پر سب سے اچھے گھوڑے ہوں گے (مسلم شریف)۔

مذکورہ بالا حدیث میں جو لفظ اَعرِفُ یعنی میں پہچانتا ہوں ہے، یہ مضارع کا صیغہ ہے، اب آپ لوگ بتائیں کہ معرفت اسماء، اسماء آباء اور معرفت رنگت گھوڑوں کی کس وقت تک ہے؟ اور کس وقت آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ معرفت زائل ہوئی؟ اور اس کے زوال کا باعث بھی بتائیں۔

اور ایسا ہی ہے جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لاریٰ الفتن خلال بیوتکم کوقع القطر.	ترجمہ: میں دیکھ رہا ہوں فتنوں کو تمہارے گھروں کے اندر جیسے قطرے گرتے ہیں۔

اب آپ بتائیں کہ اس رؤیت مذکورہ سے جو علم آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے وہ کس وقت تک ہے؟

اور ایسا ہی جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **کانی انظر الیھم عند الصیحۃ ینفضون رؤسھم من تراب ویقولون الحمد للّٰہ الذی اذھب عنا الحزن** تو اس نظر سے جو کیفیت، قلب نبوی میں حاصل ہوئی ہے وہ کس وقت تک ہے؟

اور ایسا ہی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **فرأیتھما دون ھذا الحائط،** اب آپ لوگ بتائیں کہ رؤیت سے جو کیفیت قلب مبارک نبوی میں حاصل ہوئی وہ کس وقت تک حاصل ہے؟ اور کس وقت زائل ہوئی؟ اور زائل ہونے کا کیا باعث ہے؟

قال الطبیب : ذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد انّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضة قولہ تعالیٰ لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا اللّٰہ۔

اقول: طبیب صاحب! ان چالاک بھائیوں کو کہو کہ تم خود ہی تو لکھتے ہو "اور غیبی باتیں جو انہیں ان کے رب نے بتلائی ہیں وہ دوسروں کی نسبت بہت 'کامل' ہیں" اب یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ پھر تمہارے اور اہل السنّت والجماعت کے درمیان، غیب دانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں، بصورتِ قطعِ نظر تمہاری تضاد بیانی سے، اور کونسا فرق باقی رہا؟ سو، جو، جواب تم لوگ دو گے، اس سے وہی جواب اہل السنۃ و الجماعۃ سے سمجھو!

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم واقعی کامل بلکہ اکمل ہے بھلا صاحب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قبل از پیدائشِ آسمان وزمین سے لیکر (جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے سوال کیا، " این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق قال کان فی عماً تحتہٗ ھواء وما فوقہٗ ھواء وخلق عرشہٗ علی الماء،") تا انتہاء دخول جنت اور مابعد کے سب حالات بیان کردیے ہیں، اور حالات آسمان اور زمین کے اور حالات عرش و کرسی کے اور حالات دوزخ اور اسفل السافلین کے اور حالات ملأ اعلیٰ اور ملائکہ مقربین کے اور حالات سوال منکر نکیر کے اور حالات تنگی اور فراخیٔ قبر کے اور حالات فرحت وعذابِ میت کے اور حالات فراشِ جنت اور جہنم کے قبر میں، اور کھل جانے کھڑکی کے طرف جنت وجہنم کے قبر میں، اور حالات فتنہ اور ملاحم کے اور حالات نشر وحشر اور پل صراط وغیرہ وغیرہ کے ذرہ بذرہ، نیز احوال آخرت کے اور ہزارہا احکام شرعیہ جزئیہ تفصیلیہ وغیرہا، جو یہ سب کے سب، غیب کی باتیں ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل طور پر بتلا دی ہیں۔

اب آپ لوگ ہی بتائیں کہ حنفیہ کیا کہتے ہیں کہ جو شخص اعتقاد کرے کہ یہ حالاتِ غیبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھے، وہ کافر ہے؟ واہ رے حنفی واہ! قربان تیری حنفیت پر! اگر ایسے دو تین حنفی اور بھی پیدا ہو جائیں تو خدا جانے کیا گل شگفتہ فرماویں! ارے صاحب! اس عبارت کے یہ معنی نہیں جو تمہاری ادھوری سمجھ میں آئے ہیں، بلکہ یہ معنی ہیں کہ " یعلم الغیب بالاستقلال، من غیر اعلام اللّٰہ تعالیٰ"

کیونکہ غیب مطلق کا علم اور غیب اضافی کا بالاستقلال ذاتی غیر متناہی علم تو اگرچہ ذات باری عزاسمہٗ کے ساتھ مخصوص ہے، مگر اطلاع علی المغیبات بدرجہ کمال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے از روئے قرآن (اور احادیث) ثابت ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، " عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً إلا من ارتضی من رسول" لہٰذا معلوم ہوا کہ اس آیت نے "مَنِ ارتضیٰ مِن رسول" کو آیت قل لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب کے "مَنْ" سے مستثنیٰ قرار دیدیا ہے، اصول تفسیر کا قاعدہ ہے کہ " القرآن یفسر بعضہٗ بعضاً".

خدارا، اہل اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم " کے دانائے کل اور بینائے کل" ہونے کا مسلّمہ عقیدے سے برگشتہ مت کرو۔

گر تو قرآں بریں نمط خوانی ببری رونق مسلمانی

قال: قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں: الولی لا یعلم إلا ما علّمہٗ اللّٰہ تعالیٰ، فالقول بانہٗ یعلم غیب السموات والأرض کفر، قال اللّٰہ تعالی لا یحیطون بشیٍ من علمہ إلا بماشاء، قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب۔

اقول: طبیب صاحب! ان چالاک لوگوں سے کہو کہ فالقول بانہٗ یعلم غیب السموات والأرض کفر. میں، قید من غیر اعلام اللہ تعالیٰ کی لگی ہوئی ہے۔ جیسا کہ إلا ما علّمہٗ اللّٰہ تعالی اور إلا بما شاء صاف طور پر تصریح کر رہے ہیں اور ایسا ہی ولا اعلم الغیب میں، قید إلا بما شاء اللّٰہ/ إلا ما علّمنی اللّٰہ تعالی کی لگی ہوئی ہے، لہٰذا فالقول بانہٗ یعلم غیب السموات والأرض کا ترجمہ یوں ہوا: سو یہ کہنا کہ ولی، آسمانوں اور زمین کا غیب، بغیر الہام من جانب اللہ تعالیٰ کے، جانتا ہے، کفر ہے، اور ایسا ہی باقی اقوال ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی بغیر وحی منجانب اللہ کے اور ولی بغیر الہام منجانب اللہ کے غیبی امور کو نہیں جانتے، سو ان کا جاننا بشرط و بوقتِ عطاءِ الٰہی ہوتا ہے، اور بقدرِ اطلاع واعلام علام الغیوب جل جلالہٗ ہوتا ہے۔

مسئلہ مُسلِم تَزَوَّجَ بشهادة اللّٰه ورسوله صلى اللّٰه عليه وسلم۔ یعنی نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانے والے کے کفر کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، قال فی التتارخانية والحجة "ذكر فی الملتقط انّهٗ لايكفُر لأنّ الأشياء تعرض على روح النبی صلى اللّٰه عليه وسلم. ترجمہ: فتاوٰی تتارخانیہ اور الحجۃ میں ہے کہ الملتقط میں مذکور ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام امور، روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مگر واضح رہے کہ شہادت فی النکاح کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بوقتِ نزاع، عدالتِ متعلقہ، اس شہادت کو بناءِ فیصلہ بنا سکے جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ڈالنے سے اس مقصد کا حصول، محلِ نظر ہے۔

یہ امر بھی واضح رہے کہ اللہ سبحانہٗ وعزّ برھانہٗ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا علم قطعی اور یقینی بدرجۂ کمال عطا فرما دیا ہے جبکہ ولی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوانِ نعمت سے، حسبِ مرتبہ وظرف، فیضیاب ہونے کا اذن اور موقعہ بخشا جاتا ہے مگر ولی کا کشف و الہام ظنی ہوتا ہے۔

قال الطیب: اور خلاصۃ الفقہ میں ہے کہ اگر شخصے گوید فلاں چیز را خدا تعالیٰ ورسول خدا میداند کافر گردد۔ چرا کہ خدا تعالیٰ عالم است ورسول خدا را تا وحی نگردد نمی داند۔

اقول: ان چالاک لوگوں نے کیا خوب دعویٰ کیا ہے، اور کیا خوب دلیل جمائی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحاح میں ایک حدیث مروی ہے جسمیں یہ الفاظ ہیں: ثم قال لی یا عمر اتدری من السائل قلتُ اللّٰه ورسولهٗ اعلم، اور صحیح مسلم میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسمیں یہ الفاظ ہیں: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم هل تدری ما حق اللّٰه عزّوجلّ على العباد قلتُ اللّٰه ورسولهٗ اعلم، اور اسی مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسمیں یہ الفاظ ہیں: كنا عند رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فضحک فقال هل تدرون مما اضحک قال قلنا اللّٰه ورسولهٗ اعلم اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسمیں ہے کہ إذا اتى عليهم سحاب فقال نبی اللّٰه هل تدرون ما هذا، قالوا اللّٰه ورسولهٗ اعلم ، ان کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی "اللّٰه ورسولهٗ اعلم" کے الفاظ بہت وارد ہوئے ہیں جن کا ترجمہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں، شاید وہ لوگ اصحاب رسول اللہ پر بھی فتویٰ لگا دیتے ہوں گے۔

اور جو جواب خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درج ہے، اسمیں تو درحقیقت علم غیب بالاستقلال ہی کو خاصہ باری عزاسمہٗ تسلیم کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے جواب میں کچھ ذکر نہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات پر اطلاع دی گئی ہے یا نہ؟ اگر اطلاع برغیب کو تسلیم نہ کیا جائے تو ان کا جواب قابل تسلیم نہیں ہے، کیونکہ اطلاع برغیب برائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، کلام اللہ سے اور احادیث رسول اللہ سے ثابت ہے، لہٰذا خدا اور رسول خداؐ کے فرامین کو ترجیح دی جائے گی۔

قال الطیب: اور بعضے از روئے قیاس یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو حق تعالیٰ نے اپنے نور سے اس طرح پر پیدا کیا ہے جیسا کہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ کو علم غیب کا حصول ازاں ذات سبحانہ وتعالیٰ، بلاشک وشبہ ہے، میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ، لیس کمثلہٖ شیٔ، کے بارے میں چراغ کی مثال دینا، عین شرک ہے۔

اقول: طبیب صاحب! ان چالاک لوگوں نے کیا ہی الٹی بات لکھ دی ہے، علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ مثل نور خدا کی، روح وقلب مبارک نبویؐ میں، علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات الطیبات، مثل فانوس کے ہے، جس میں چراغ روشن ہے، کہ جس کی برکت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام علویات اور سفلیات، منکشف بانکشاف تام ہو رہے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، مثل نورہٖ كمشكٰوة فيها مصباح، اور جیسا کہ بیضاوی میں لکھا ہے: "والقوة القدسية تتجلىٰ فيها لوائح الغيب واسرار الملكوت المختصة بالأنبياء والأولياء".

اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نور کی مثل بیان فرمائی ہے، مثل نورہٖ كمشكٰوة، اور ان چالاک لوگوں نے اس کو شرک بتا دیا۔ طبیب صاحب! بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کچھ تفکر وتامل نہیں فرماتے، جو کچھ وہ چالاک گروہ کہہ دیتا ہے، آپ آنکھوں پہ رکھ لیتے ہیں۔

جہاں تک مولانا مولوی عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تو وہ تعلق رکھتا ہے ساتھ سوال کے، اور اسمیں بحث ہے جس کا تعلق ہے ساتھ نوعیت اضافت کے (جو کہ اضافت تشریفی ہے) لیکن اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "نور اللہ" سے ہونے کا انکار ہرگز نہیں ہے، جو کہ آپ کے چالاک بھائیوں نے آپکو سمجھایا ہے۔

طبیب صاحب! فقیر اپنی طرف سے نصیحت کر چکا ہے، جو حق بات تھی، وہ ظاہر کر دی ہے، آپ اور آپ کا گروہ مان لیں تو آپ سب کے حق میں بہتر ہے، اور اگر وہ مانیں تو وما علینا الا البلاغ المبین، چاہئے کہ اس رسالہ کا نام "معائنہ بلا شیب" ہووے۔

راقم آثم غلام محمد (گھوتوی) بایماء مولانا واستاذنا واستاذ الکل تحقیق پناہ، تدقیق دستگاہ الحافظ محمد جمال الدین ادام اللہ تعالیٰ ظلہٗ علی رؤسنا، آمین، یا رب العالمین، بحرمۃ سید الأنبیاء والمرسلین، اللّٰھم صلی علی محمد وعلی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ وعلماء امتہٖ وصلحاء ملتہٖ وجمیع من آمن بہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.